لا الہ الا اللہ کا معنیٰ، تقاضے اور

فرد و معاشرہ پر اس کے اثرات

[Urdu – اُردو – الأردية]

تالیف: عزّتِ مآب عالی جناب ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان۔ حفظہ اللہ۔

رکن سپریم علماء کونسل و ممبر مستقل فتوی کمیٹی، سعودی عرب

ترجمہ: شفیق الرّحمن ضیاء اللہ مدنی

مراجعہ: عزیز الرّحمن ضیاء اللہ سنابلی

ناشر: دفتر تعاون برائے دعوت وارشاد، ربوہ،

ریاض۔ سعودی عرب

معنى لا إله إلا الله،ومقتضاها وآثارها
في الفرد والمجتمع

معالي الشيخ الدكتور/صالح بن فوزان الفوزان

عضوهيئة كبارالعلماءوعضواللجنة الدائمة للإفتاء

ترجمة: شفيق الرحمن ضياء الله المدني

مراجعة:عزيزالرّحمن ضياء الله السنابلي

الناشر:المكتب التعاوني للدعوة وتوعية الجاليات

بالربوة،الرياض- المملكة العربية السعودية

عرضِ مُترجم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ، أما بعد:

لا الہ الا اللہ ایسا کلمہ ہے جسے مسلمان اپنی اذانوں، اقامتوں، خطبوں اور بات چیت میں اعلانیہ طور پر کہتے ہیں، یہی وہ کلمہ ہے جس کی وجہ سے زمین وآسمان قائم ہیں، اور اسی کی خاطر تمام مخلوقات کی پیدائش ہوئی، اسی کلمہ کے ذریعہ اللہ نے رسولوں کی بعثت فرمائی، اپنی کتابوں کو نازل فرمایا، اپنی شریعتوں کو مقرر فرمایا، اور اسی کلمہ کی خاطر میزان قائم کئے گئے، اور دواوین رکھے گئے، اور جنت وجہنم کے بازار قائم ہوئے، اسی کلمہ کے سبب مخلوق مومنوں اور کافروں میں تقسیم ہوئی۔ یہی تخلیق وحکم اور ثواب وعقاب کی منشا ومقصود ہے۔ اسی کلمہ اور اسی کے حقوق کے بارے میں سوال وحساب ہونا ہے۔ اسی بنیاد پر ثواب وسزا ملے گا، اسی کے اساس پر قبلہ مقرر کیا گیا ہے، اسی پر ملّت کی بنیاد رکھی گئی ہے، اسی کلمہ کی خاطر میدانِ جہاد میں تلواریں میان سے باہر آئیں، اور یہی تمام بندوں پر اللہ کا حق ہے، یہی کلمہ اسلام ہے، اور سلامتی کے گھر کی چابی ہے... اور اسی کے بارے میں اولین وآخرین سے باز پرس ہوگی، یہی کلمہ کفر واسلام کے درمیان حد فاصل ہے، اور یہی کلمہٗ تقویٰ اور ایمان کا مضبوط کڑا ہے، اور اسی کو

ابراہیم علیہ السلام نے باقی رہنے والا کلمہ بنایا۔اسی کے ذریعہ اللہ نے اپنی ذات کی گواہی دی،اوراسی کی اس کے فرشتوں اور مخلوق میں سے علم والوں نے گواہی دی ہے۔اوریہی کلمۂ اخلاص ،شہادتِ حق، دعوتِ حق اور شرک سے براءت کا سبب ہے۔

امام سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے بندوں میں سے کسی بندہ پر اس نعمت سے بڑھ کر انعام نہیں کیا جتنا کہ اسے لا الہ الا اللہ کی معرفت دی، اور اہل جنّت کے لئے لا الہ الا اللہ وہی درجہ رکھتا ہے جو اہل دنیا کے لئے ٹھنڈا پانی رکھتا ہے"۔

لہذا جو شخص اس کلمۂ (لا الہ الا اللہ) کا سچے دل سے اقرار کرے گا تو اس کی جان ومال محفوظ ہو گی، اور آخرت میں سعادت سے ہمکنار ہو گا،اور جو شخص اس کلمہ کا انکار کرے گا تو دنیا میں اس کا خون رائیگاں وبے کار جائے گا،اورآخرت میں سخت عذاب سے دوچار ہو گا۔

لیکن افسوس کہ بہت سارے مسلمان زبان سے تو اس کلمہ کو ادا کرتے ہیں مگر اس کے معانی ومفاہیم اور شروط سے ناواقف ہوتے ہیں،اوراس کے تقاضے کی

ادائیگی نہیں کرتے، اسی لئے ان کی زندگیوں میں اس کلمہ کے اثرات وبرکات دکھائی نہیں دیتے۔

چنانچہ موضوع کی اہمیت وضرورت کو سمجھتے ہوئے سعودی عرب کے مستند وممتاز عالم دین اور سپریم علماء کونسل کے رکن عزّت مآب ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان۔حفظہ اللہ۔نے زیر نظر عربی کتاب(**معنى لا إله إلا الله،ومقتضاها وآثارها في الفرد والمجتمع**)" لا الہ الا اللہ کا معنیٰ، تقاضے اور فرد ومعاشرہ پر اس کے اثرات"کو ترتیب دیا[1]،اس کتاب کے اندر فاضل موصوف نے کلمہ شہادت(لا الہ الا اللہ)کا حقیقی معنیٰ ومفہوم،اس کی اہمیت وفضیلت،اس کے تقاضے وشروط اور فرد ومعاشرے پر مرتّب ہونے والے اس کے بہترین اثرات کو کتاب وسنت کی روشنی میں سلف صالحین کی فہم کے مطابق ذکر فرمایاہے،نیز کلمہ لا الہ الا اللہ کی غلط تفسیر کرنے والوں کا علمی محاکمہ کرکے اس سے متعلّقہ شبہات کا ازالہ فرمایاہے[2]۔

---

(۱)نوٹ:اس کتاب کے ترجمہ میں "المیراث النبوي للنشر والتوزیع" کے عربی نسخہ پر اعتماد کیا گیاہے۔

(۲) مصنف حفظہ اللہ نے شہادتین کے پہلے جزء کلمہ (لا الہ الا اللہ)کا تفصیلی تذکرہ کیاہے اور دوسرے جزء(محمد رسول اللہ)کا تذکرہ نہیں کیاہے،لہذا مناسب سمجھا گیاکہ اس کی طرف مختصراً اشارہ کردیا جائے تاکہ شہادتین کا حقیقی مفہوم سمجھنے میں آسانی ہوسکے، **محمد رسول اللہ کی شہادت کا مطلب:** دل کی گہرائیوں سے مکمل طور پر اس بات کی تصدیق کرنا کہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب : اللہ کے بندے اور تمام انس وجن کے لئے اُس کے آخری رسول ہیں، چنانچہ محمد ﷺ کی شہادت کا مختصر وصحیح مفہوم یہ ہے کہ: آپ ﷺ کی خبر کردہ تمام چیزوں کی تصدیق کرنا،اورآپ ﷺ کے تمام اوامر کو بجالانا،اور آپ ﷺ کے تمام نواہی ومنع کردہ چیزوں سے اجتناب کرنا،اور اللہ تعالیٰ کی عبادت آپ ﷺ کی مشروع کردہ طریقے کے مطابق کرنا(م۔ر)

اسلام ہاؤس ڈاٹ کام کے شعبۂ ترجمہ و تالیف نے افادہ عام کی خاطر اسے اردو قالب میں ڈھالا ہے، حتیٰ الامکان ترجمہ کو درست و معیاری بنانے کی کوشش کی گئی ہے، اور مؤلّف کے مقصود کا خاص خیال رکھا گیا ہے، اور آسان عام فہم زبان اور شُستہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے تاکہ عام قارئین کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہو، مگر کمال صرف اللہ عزوجل کی ذات کا خاصہ ہے، لہذا کسی مقام پر اگر کوئی سقم نظر آئے تو ازراہِ کرم خاکسار کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔

ربّ کریم سے دعا ہے کہ اس کتاب کو لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے، اس کے نفع کو عام کرے، والدین اور جملہ اساتذۂ کرام کے لئے مغفرت وسامانِ آخرت بنائے، اور کتاب کے مولّف، مترجم، مراجع، ناشر، اور تمام معاونین کی خدمات کو قبول کرکے ان سب کے حق میں صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم.

(طالبِ دُعا: abufaisalzia@yahoo.com)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم: عزّتِ مآب عالی جناب ڈاکٹر عبد اللہ بن عبد المحسن ترکی

(سابق) چانسلر امام محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی، ریاض، سعودی عرب

ہر شخص ان تخریب پسند مذاہب کی خطرناکی سے آگاہ ہے جو بعض مسلم ممالک میں رائج و منتشر ہیں، اوران میں سے بعض کے نفوس اور دلوں میں جہالت و تقلید یا جاہلی تعصّب کی وجہ سے رچ بس گئی ہیں۔

اوراس جیسے گروہ کو جو- اللہ کے فضل و کرم سے- سازوسامان اور تعداد کے اعتبار سے کم ہے یوں ہی چھوڑ دینا تاکہ اپنے مذہب اور گمراہ طریقہ کی نشرواشاعت کرے نہایت ہی خطرناک بات ہے، اور مسلمانوں کی صورتحال اور اسلامی رفتار کی پیش قدمی پر برا اثر ڈالنے والی ہے۔

ان جماعتوں سے جنگ کرنا، ان کی گمراہیوں کو بے نقاب کرنا، ان کے عقیدے کی خرابی اوراس کے اللہ اوراس کے رسول کے طریقے کے مخالف ہونے کو واضح کرنا، تمام امت امسلمہ پر واجب اور ضروری ہے۔

اور اہل سنت والجماعت کے مذہب کی تشریح کرنا، اور تمام اسلامی معاملات میں اس (مذہب کے موقف) کو واضح کرنا، اوران کی سچائی وہدایت پر مبنی عقیدے کو بیان کرنا مختلف فاسد عقائد اور ان گمراہ فرقوں سے پردہ اٹھانے کا اہم ذریعہ ہے جنہیں ابلیس نے اندھا کردیا ہے، اور ان کے لئے برے اعمال کو مزیّن وخوشنما بنادیاہے، اور حق ودرستگی کی راہ سے انحراف کرنے کا وجہ جواز پیش کردیاہے۔

اور جب سے گمراہ فرقے، یہود ومنافقین اوران لوگوں کے ہاتھوں وجود میں آئیں جو اسلام کی شبیہ کو خراب کرنے اور اندرونی طور سے اس کو ڈھانے کے لئے (اسلام میں) داخل ہوئے تو رب العالمین اس کے لئے ایسے لوگوں کو مہیا کرتا رہا جو ان فرقوں کی تردید کرتے، ان کی گمراہیوں کی وضاحت کرتے، اور ان کے مذہب کو عقیدت وشریعت کے اعتبار سے اسلام کی حقیقت کے مخالف بتاتے۔

اور موجودہ دور میں اسلامی یونیورسٹیاں، اوران میں سر فہرست امام محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی بہت ساری علمی صلاحیتوں سے پُرہے جو

سلف صالحین۔ اہل سنت والجماعت۔ کے مذہب کی وضاحت کرنے اور اسے متعلّم اور غیر متعلّم کے لئے آسان اسلوب میں پیش کرنے پر قادر ہے، اور اسے مختلف زبانوں میں منتقل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، تاکہ یہ دنیا کے تمام مسلمانوں کے ہاتھوں میں پہنچ سکے، اور وہ اس کی معرفت حاصل کر کے اور اس پر ثابت قدم رہ کر گمراہ کن مذاہب اور مختلف افکار و نظریات سے بچ سکیں۔

اور محترم ڈاکٹر صالح فوزان حفظہ اللہ " طریق مستقیم " سیریز کے سابق بحث میں " حقیقت توحید جسے تمام انبیاء لے کر آئے، اور اس کے متعلقہ شبہات کارد " کے بارے میں گفتگو فرما چکے ہیں۔

اور شیخ صالح اپنی کوششوں کو ہر اس چیز میں جاری رکھتے ہیں جس میں حق بات کی طرف امت کی ہدایت ورہنمائی مقصود ہو، اور ان چیزوں کی وضاحت مطلوب ہو جو امّت کی عقائد کے ساتھ منحرف باتیں وابستہ ہو گئیں ہیں اور جو باطل فرقے عوام الناس کے دلوں میں بدعات وخرافات راسخ کرنا چاہتی ہیں۔

چنانچہ ہمارے لئے ایک ایسا نیا اور اہم موضوع پیش کرتے ہیں جس کے اندر" لا الہ الا اللہ کا معنیٰ، اس کے تقاضے، اور فرد و معاشرہ پر اس کے اثرات" کی وضاحت فرماتے ہیں۔

اور کیا"لا الہ الا اللہ" سے بھی بڑھ کر اور اہم کوئی کلمہ ہے، کلمۂ توحید جو شرک واسلام کے درمیان حدّ فاصل ہے، جس کی طرف دعوت دینے پر ساری آسمانی رسالتیں متفق ہیں، اور جس کے ذریعہ اللہ رب العالمین نے اپنی کتاب کریم میں متعدد جگہوں پر اپنے بارے میں شہادت دی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَـٰهَ إِلَّا اللَّـهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ﴾ [محمد:١٩]

"سو (اے نبی!) آپ یقین کر لیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود [برحق] نہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کریں"۔[سورہ محمدّ:١٩]

اور اللہ جلّ شانہ نے فرمایا:

﴿اللَّـهُ لَا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ﴾[طه:٨]

”وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بہترین نام اسی کے ہیں“[سورہ طہ:۸]

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾[آل عمران:۱۸]

”اللہ تعالیٰ، فرشتے اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ عدل کو قائم رکھنے والا ہے، اس غالب اور حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں“[سورہ آل عمران:۱۸]

اور سورہ حشر کی دو مسلسل آیتوں میں اپنی بعض صفات اور اچھے ناموں کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ اس (کلمہ) کے اثبات کو دہرایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ اللَّـهُ الَّذِي لَا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۖ هُوَ الرَّحْمَـٰنُ الرَّحِيمُ هُوَ اللَّـهُ الَّذِي لَا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحَانَ اللَّـهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾[الحشر:٢٢-٢٣]

"وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، چھپے کھلے کا جاننے والا مہربان اور رحم کرنے والا ہے، وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ، نہایت پاک، سب عیبوں سے صاف، امن دینے والا، نگہبان، غالب زورآور، اور بڑائی والا ہے، پاک ہے اللہ ان چیزوں سے جنھیں یہ اس کا شریک بناتے ہیں"۔[سورہ حشر:٢٢۔٢٣]

اور جب کلمہ ٔلا الہ الا اللہ سب سے پہلا کلمہ ہے جسے کافر شخص کو اسلام کا اعلان کرتے وقت ادا کرنا ضروری ہے، اور جو اسے سچے (دل) سے کہے گا اس کا جان ومال محفوظ ہو جائے گا، تو یہ اس بات کو واجب قرار دیتی ہے کہ اس کا معنیٰ ومفہوم، اس کے تقاضے، اس کی فضیلت، زندگی میں

اس کا مقام و مرتبہ اور اس کے ارکان و شروط کی جانکاری حاصل کی جائے۔

اور مؤلّف حفظہ اللہ نے ان سب کے بارے میں نہایت ہی شرح و بسط سے گفتگو فرمایا ہے، اور پھر ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے، اور وہ یہ ہے کہ:

لا الہ الا اللہ کے کہنے سے انسان کو کب فائدہ حاصل ہو گا اور کب نہیں ہو گا؟

اور بعض لوگوں کے یہاں اس کلمہ کے تعلق سے جو وہم پایا جاتا ہے اس کا ازالہ کرتے ہوئے یہ واضح کیا ہے کہ صرف اسے (زبان سے) ادا کر دینا کافی نہیں ہو گا۔

اور اس مسئلہ کے بارے میں متعدد اہل علم کے اقوال کو ذکر کیا ہے جیسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ، شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب اور حافظ ابن رجب رحمہم اللہ وغیرہم، اس سے یہ بات ثابت کرتے ہوئے کہ جو

شخص لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہے اور اس کے تقاضے کے مطابق عمل نہیں کرتا تو اس کو یہ نفع نہیں دے گا، بلکہ بعض لوگ جو مزاروں اور صالحین کے قبروں کے پاس شرک اکبر کی بعض قسموں کا ارتکاب کرتے ہیں یہ کلمہٗ (لا الہ الا اللہ) کے مکمل طور سے مناقض و مخالف ہے۔

اور آپ حفظہ اللہ نے اپنی اس شاندار بحث کو اس کلمہٗ (لا الہ الا اللہ) کے فرد و معاشرہ پر مرتّب ہونے والے اچھے اثرات کے تذکرے سے ختم کیا ہے یعنی جب اسے صدق واخلاص سے کہا جائے اور ظاہر و باطن طور پر اس کے تقاضے کے مطابق عمل کیا جائے۔

یہ کلمہ امّت کی اجتماعیت وقوّت کے عوامل میں سے ایک اہم عامل ہے، اوراس کے لئے امن وطمانینت کا سبب ہے، اور اس کے کہنے والے کے لئے رفعت وبلندی کے حصول کا ذریعہ ہے ،اور اس کے علاوہ دیگر مزید اچھے اثرات ہیں۔

اللہ (شیخ صالح) کو جزائے خیر دے، ان کی کوشش کو نفع بخش بنائے، اوراس(کتاب) کے ذریعہ اس چیز کی تکمیل فرمائے جس کا ہم سب قصد کرتے ہیں، اوراللہ ہی سیدھی راہ کی طرف ہدایت دینے والا ہے، اوروہی ہمارا کارساز ہے، پس وہ کتنا اچھامالک ہے اور کتنا بہترین مددگار ہے۔

ڈاکٹر عبد اللہ بن عبد المحسن ترکی

چانسلر امام محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی

مُقدِّمَۃ المؤلِّف

تمام تعریفیں صرف اللہ کے لئے ہیں، ہم اس کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اور اسی سے بخشش چاہتے ہیں، اور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور ہم اپنے نفس اور برے اعمال کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، اللہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور جسے گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، درود وسلام ہو آپ پر، آپ کے خاندان واصحاب پر، اور قیامت تک آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی [سچی] پیروی کرنے والے اورآپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے والے پر۔

حمد وصلاۃ کے بعد:

بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہم کو اپنے ذکر کا حکم دیا ہے، اور ذکر کرنے والوں کی مدح فرمائی ہے، اور ان سے اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے، چنانچہ اس نے اپنے ذکر کا مطلق طور پر، اور عبادتوں سے فارغ ہونے کے بعد حکم دیا ہے... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّـهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ ۚ ﴾[النساء:١٠٣]

”پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو“[سورہ نساء:١٠٣]

اور فرمایا:

﴿فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّـهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا﴾[البقرة:٢٠٠]

”پھر جب تم ارکان حج ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو جس طرح تم اپنے باپ دادوں کا ذکر کیا کرتے تھے، بلکہ اس سے بھی زیادہ“ [سورہ بقرہ:۲۰۰]

اوراس نے خصوصی طور سے مناسک حج کی ادائیگی کے دوران اپنے ذکر کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّـهَ عِندَ الْمَشْعَرِ﴾[البقرة:١٩٨]

”جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام کے پاس ذکر الٰہی کرو“[سورہ بقرہ:۱۹۸]

اور فرمایا:﴿وَاذْكُرُوا اللَّـهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ﴾ [البقرة:٢٠٣]

”اور اللہ تعالیٰ کی یاد ان گنتی کے چند دنوں (ایام تشریق) میں کرو“[سورہ بقرہ:۲۰۳]

اوراس نے نماز کے قیام کو اپنے ذکر کے لئے مشروع کیا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾[طه:١٤]

”اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ “۔[سورہ طہ:۱۴]

اور نبی ﷺ نے فرمایا:
(أَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ)
”تشریق کے ایّام کھانے پینے اور اللہ کے ذکر کرنے کے ہیں[۳] “۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّـهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾[الأحزاب:٤١-٤٢]

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرو، اور صبح وشام اس کی پاکیزگی بیان کرو“۔[سورہ احزاب:۴۱۔۴۲]

---

(۳)(صحیح مسلم:۱۱۴۱، مسند احمد:۵/۷۵)۔

اور جب سب سے بہتر ذکر: (لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ) ہے، جیسا کہ نبی ﷺ سے وارد ہے کہ:

(خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَخَيْرُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ مِنْ قَبْلِي: لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ)

"سب سے بہتر دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے، اور سب سے بہتر کلمہ جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کہا، وہ یہ ہے: "اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، اُسی کے لئے مُلک ہے، اور اُسی کے لئے سب تعریف ہے، اور وہی ہر چیز پر قادر ہے"۔ (اسے احمد اور ترمذی[۴] نے روایت کیا ہے)۔

اور جب یہ عظیم کلمہ ذکر کی قسموں میں نہایت بلند رتبہ کا حامل ہے، اور اس سے بہت سارے احکام وابستہ ہیں، اور اس کے چند شرائط ہیں، اور اس کے معنیٰ وتقاضے ہیں، تو یہ محض زبان سے کہہ دیا

---

(۴)(ترمذی:۳۵۸۵)

جانے والا کلمہ نہیں ہے، اور جب معاملہ ایسا ہے تو میں نے اسے اپنی گفتگو کا موضوع بنانے کو ترجیح دیا، اللہ تعالیٰ کی ذات سے یہ امید رکھتے ہوئے کہ ہمیں اور آپ سب کو اس کلمہ کے اہل میں سے بنائے اور اس کو لازم پکڑنے والا بنائے، اور اس کے معنیٰ کو پہنچاننے والا اور ظاہر و باطن طور پر اس کے تقاضے کے مطابق عمل کرنے والا بنائے۔

اس کلمہ کے بارے میں میری گفتگو درج ذیل نقاط کے تحت ہو گی:

زندگی میں لا الہ الا اللہ کا مقام و مرتبہ، اس کلمہ کی فضیلت، اس کا اعراب، اس کے ارکان، اس کے شرائط، اس کا معنیٰ، اس کے تقاضے، اس کلمہ کا اقرار کرنا انسان کو کب نفع دے گا، اور کب نہیں دے گا، اس کلمہ کے اثرات (ثمرات و برکات)۔

چنانچہ میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے کہتا ہوں:

(انسانی) زندگی میں لا الہ الا اللہ کا مقام و مرتبہ

لا الہ الا اللہ ایسا کلمہ ہے جسے مسلمان اپنی اذان واقامت، خطبوں اور بات چیت میں اعلانیہ طور پر کہتے ہیں، یہی وہ کلمہ جس کی وجہ سے زمین وآسمان قائم ہیں، اوراسی کی خاطر تمام مخلوقات کی پیدائش ہوئی، اسی کلمہ کے ذریعہ اللہ نے رسولوں کی بعثت فرمائی، اپنی کتابوں کو نازل فرمایا، اپنی شریعتوں کو مقرر فرمایا، اور اسی کلمہ کی خاطر میزان قائم کئے گئے، اور دواوین رکھے گئے، اور جنت و جہنم کے بازار قائم ہوئے، اسی کلمہ کے سبب مخلوق مومنوں اور کافروں میں تقسیم ہوئی۔یہی تخلیق وحکم اور ثواب وعقاب کی منشاو مقصود ہے۔اسی کلمہ اور اسی کے حقوق کے بارے میں سوال وحساب ہونا ہے۔اسی بنیاد پر ثواب اور سزا ملے گی، اسی کی اساس پر قبلہ مقرر کیا گیا ہے، اسی پر ملّت کی بنیاد رکھی گئی ہے، اسی کلمہ کی خاطر میدانِ جہاد میں تلواریں میان سے باہر آئیں، اور یہی تمام بندوں پر اللہ کا حق ہے، یہی کلمۂ اسلام ہے، اور سلامتی کے گھر کی چابی ہے... اور اسی کے بارے میں اولین وآخرین سے باز پرس

ہو گی، چنانچہ بندوں کے دونوں پاؤں اس وقت تک نہیں ہٹیں گے جب تک ان سے ان دو مسئلوں کے بارے میں پوچھ نہیں لیا جائے گا کہ:

۱۔ تم کس کی عبادت کرتے تھے؟

۲۔ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟

پہلے سوال کا جواب (لاالہ الا اللہ) کی معرفت، اس کے اقرار، اور اس کے تقاضے پر عمل کے ذریعہ متحقق ہو گا، اور دوسرے سوال کا جواب (محمد رسول اللہ) کی معرفت، آپ ﷺ کی تابعداری اور اطاعت کے ذریعہ مکمل ہو گا۔

یہی کلمہ کفر واسلام کے درمیان حد فاصل ہے، اور یہی کلمۂ تقویٰ اور (ایمان کا) مضبوط کڑا ہے، اور اسی کو ابراہیم علیہ السلام نے باقی رہنے والا کلمہ بنایا:﴿وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾[الزخرف:۲۸]

”اور (ابراہیم علیہ السلام) اسی کو اپنی اولاد میں بھی باقی رہنے والی بات قائم کر گئے تاکہ لوگ (شرک سے) باز آتے رہیں“۔ [سورہ زخرف:۲۸]

اسی کی اللہ نے اپنی ذات کے لیے گواہی دی ہے، اور اسی کی گواہی اس کی مخلوق میں سے اس کے فرشتوں اور علم والوں نے دی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿شَهِدَ اللَّـهُ أَنَّهُ لَا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾[آل عمران:۱۸]

”اللہ تعالیٰ، فرشتے اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ عدل کو قائم رکھنے والا ہے، اس غالب اور حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں“[سورہ آل عمران:۱۸]۔ (ملاحظہ فرمائیں کتاب: مجموعہ توحید)

اور یہی کلمہ اخلاص، شہادتِ حق، دعوتِ حق اور شرک سے براءت کا سبب ہے، اوراسی کی وجہ سے مخلوقات کی پیدائش ہوئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾[الذاريات:٥٦]

”میں نے جنات اورانسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے“[سورہ ذاریات:٥٦]

اسی (کلمہ) کے لئے رسولوں کی بعثت ہوئی، اور کتابیں نازل کی گئیں، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾[الأنبياء:٢٥]

”تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو“۔[سورہ انبیاء:٢٥]

اور ارشاد فرمایا:

﴿يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَنذِرُوا أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ﴾ [النحل:۲]

"وہی فرشتوں کو اپنی وحی دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے کہ تم لوگوں کو آگاہ کردو کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں، پس تم مجھ سے ڈرو"۔[سورہ نحل:۲]

امام ابن عیینہؒ فرماتے ہیں:

"اللہ نے بندوں میں سے کسی بندہ پر اس نعمت سے بڑھ کر کوئی انعام نہیں کیا کہ انہیں لا الہ الا اللہ کی معرفت عطا فرمائی، اور اہل جنّت کے لئے لا الہ الا اللہ وہی درجہ رکھتا ہے جو اہل دنیا کے لئے ٹھنڈا پانی رکھتا ہے"۔

لہذا جس نے اس کا اقرار کیا اس کا جان ومال محفوظ ہو گیا، اور جس نے اس کا انکار کیا تو اس کا مال وخون رائیگاں جائے گا۔

چنانچہ صحیح مسلم میں نبی ﷺ کا فرمان ہے:

(مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مَنْ دُونِ اللهِ، حَرُمَ مَالُهُ، وَدَمُهُ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ)

"جس نے لا الہ الا اللہ کہا، اور اللہ کے سوا عبادت کی جانے والی چیزوں کا انکار کیا، تو اس کا مال وخون (لوگوں پر) حرام ہو گیا، اور اس کا حساب (باقی معاملہ) اللہ پر ہو گا[۵]"۔

اور یہی وہ کلمہ ہے جس کا کفار کو اسلام کی دعوت دیتے وقت سب سے پہلے مطالبہ کیا جاتا ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جب معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا تھا کہ:

(إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ،فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ شَهَادَةِ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ..)الحديث.

(۵)(مسلم، حدیث:۲۳، واحمد (۶/ ۳۹۴)۔

”بے شک تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جاؤ گے، لہذا تم انہیں سب سے پہلے لا الہ الا اللہ کی شہادت کی طرف بلانا[٦]... حدیث“۔

(اسے بخاری[٧] اور مسلم نے اپنی صحیح کے اندر روایت کیا ہے ہے)

اور اسی سے اس (کلمہ) کا دین میں مقام و مرتبہ اور زندگی میں اس کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے، اور یہ کہ بندوں پر واجب ہونے والی سب سے پہلی چیز ہے کیونکہ یہی تمام اعمال کی اساس و بنیاد ہے۔

---

(٦)(بخاری :١٤٥٨، مسلم :رقم:١٩، ترمذی:٦٢٥، نسائی:٢٤٣٥، ابو داود:١٥٨٤)، ابن ماجہ:١٧٨٣، احمد:١/٢٣٣، الدارمی:١٦١٤)

(٧) بلکہ صحیح بخاری حدیث:١٤٥٨ میں (فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَاتَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةُ اللّٰهِ) کا لفظ آیا ہے۔ اور حدیث: ٧٣٧٢ میں (إِلَى أَنْ يُوَحِّدُوا اللّٰهَ تَعَالَى) کا لفظ آیا ہے (م.ر)

لا الہ الا اللہ کی فضیلت

لا الہ الا اللہ کی بہت ساری فضیلتیں ہیں، اور اللہ کے ہاں اس کا کافی بلند مقام ہے، جو شخص اسے سچے دل سے کہے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا، اور جو اسے جھوٹے طور پر کہے گا تو یہ (کلمہ) دنیا میں اس کے خون اور اس کے مال کو بچالے گا، اور اس کا حساب اللہ عزوجل پر ہو گا۔

یہ ایسا کلمہ ہے جو لفظ کے اعتبار سے مختصر، حروف کے اعتبار سے کم، زبان پر ہلکا اور میزان میں بھاری ہے۔

جیسا کہ امام ابن حبّان اور حاکم نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: (قَالَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلامُ : يَا رَبِّ عَلِّمْنِي شَيْئًا أَذْكُرُكَ بِهِ وَأَدْعُوكَ بِهِ ، قَالَ : يَا مُوسَى قُلْ : لا إِلَهَ إِلا اللَّهُ ، قَالَ : يَا رَبِّ كُلُّ عِبَادِكَ ، يَقُولُ هَذَا ، قَالَ :قُلْ : لا إِلَهَ إِلا اللَّهُ ، قَالَ : لا إِلَهَ إِلا أَنْتَ يَا رَبُّ ، إِنَّمَا أُرِيدُ شَيْئًا تَخُصُّنِي بِهِ ، قَالَ : يَا

مُوسَى لَوْ كَانَ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ ، وَعَامِرُهُنَّ غَيْرِي ، وَالأَرَضِينَ السَّبْعُ فِي كِفَّةٍ ، وَلا إِلَهَ إِلا اللَّهُ فِي كِفَّةٍ مَالَتْ بِهِنَّ لا إِلَهَ إِلا اللَّهُ)

”موسیٰ علیہ السلام نے اللہ رب العزت سے عرض کیا: اے پروردگار! مجھے کچھ ایسی چیز بتلا جس سے تجھ کو یاد کیا کروں اور اس کے ذریعہ تجھ سے دعائیں مانگا کروں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! ”لا الہ الا اللہ“ کہا کرو، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: (اے میرے رب!) اسے تو تیرے سبھی بندے کہتے ہیں، اللہ نے فرمایا: ”لا الہ الا اللہ“ کہو، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ”لا إلہ إلا أنتَ“ (میرے) رب، میں تو اپنے لئے کوئی خاص وظیفہ چاہتا ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ” اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور ان کی مخلوق بجز میرے اور ساتوں زمین کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور ”لا الہ الا اللہ“ دوسرے پلڑے میں ہو تو ”لا الہ الا اللہ“ ان سب پر بھاری ہو جائے گا[٨]“۔

(٨) (مستدرک علی الصحیحن للحاکم:١٩٣٦)۔

چنانچہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ لا الہ الا اللہ سب سے بہتر ذکر ہے۔

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث میں ہے کہ:

(خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَخَيْرُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ مِنْ قَبْلِي: لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ)

"سب سے بہتر دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے، اور سب سے بہتر کلمہ جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کہا، وہ یہ ہے:

"اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں ، اُسی کے لئے مُلک ہے، اور اُسی کے لئے سب تعریف ہے، اور وہی ہر چیز پر قادر ہے"۔ (اسے احمد اور ترمذی [٩] نے روایت کیا ہے)۔

([٩])(ترمذی:٣٥٨٥)

اور اس کے میزان میں بھاری ہونے پر وہ روایت بھی دلالت کرتی ہے جسے ترمذی ،نسائی اور حاکم نے روایت کیا ہے،اور ترمذی نے اسے حسن [۱۰] قرار دیا ہے، اور امام حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے:

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

(يُصَاحُ بِرَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُنْشَرُ لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مَدَّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يُقَالُ لَهُ: أَتُنْكِرُ مِنْ هَذَا شَيْئًا؟ فَيَقُولُ: لَا يَا رَبِّ، فَيَقُولُ: أَلَكَ عُذْرٌ، أَوْ حَسَنَةٌ؟ فَيَهَابُ الرَّجُلُ، فَيَقُولُ: لَا يَا رَبِّ، فَيَقُولُ: بَلَى إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَاتٍ، وَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ، فَيُخْرَجُ لَهُ بِطَاقَةٌ فِيهَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ مَا هَذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هَذِهِ السِّجِلَّاتِ؟ فَيَقُولُ: إِنَّكَ لَا تُظْلَمُ، قَالَ: فَيُوضَعُ السِّجِلَّاتُ فِي كِفَّةٍ، وَالْبِطَاقَةُ فِي كِفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ، وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ) (هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ)

---

(۱۰) (ترمذی (رقم:۲٦۳۹)، ابن ماجہ (رقم:۴۳۰۰)۔

"قیامت کے روز میری امت کے ایک شخص کو لوگوں کے سامنے لایا جائے گا اور اس کے لئے ۹۹ رجسٹر کھول دیا جائے گا، اور ہر رجسٹر تا حد نظر طویل ہو گا۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ: کیا تم ان میں سے کسی چیز کا انکار کرتے ہو؟ تو وہ فرمائے گا: نہیں میرے رب۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ: کیا تمہارے پاس کوئی عذر یا کوئی نیکی ہے؟ تو وہ ڈر جائے گا اور کہے گا: نہیں، تو اس سے کہا جائے گا: کیوں نہیں، بلکہ تمہاری ہمارے پاس کچھ نیکیاں ہیں، اور آج تم پر کوئی ظلم نہیں ہو گا، تو اس کے لئے ایک کارڈ نکالا جائے گا جس میں (أشھد أن لا الہ اللہ، وأشھد أن محمدا عبدہ ورسولہ) لکھا ہو گا، تو وہ تعجب سے کہے گا کہ اے میرے رب! اس کارڈ کا ان دفتروں کے سامنے کیا وقعت ہے؟ تو اللہ کہے گا کہ: آج تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا، پھر دفاتر کو ایک پلڑے میں رکھا جائے گا اور کارڈ (بطاقۃ) کو دوسرے پلڑے میں، تو دفاتر ہلکا پڑ جائیں گی، اور کارڈ (بطاقہ) بھاری ہو جائے گا"[۱۱]۔

---

(۱۱) (مستدرک علی الصحیحین، ۷، ۱۹۳)

اس عظیم کلمہ کی بہت ساری فضیلتیں ہیں جن میں سے بعض کا حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "کلمۃ الإخلاص" میں تذکرہ فرمایا ہے، اور ہر فضیلت کی دلیل دی ہے، اور اُنہیں میں سے چند درج ذیل ہیں:

یہ کلمہ جنت کی قیمت ہے، اور جس شخص کا یہ آخری کلام ہو گا وہ جنت میں داخل ہو گا، اور یہ جہنم سے چھٹکارا دلانے والی ہے، اور مغفرت کو واجب کرنے والی ہے، اور یہ سب سے بہترین نیکی ہے، اور یہ گناہوں و غلطیوں کو مٹانے والی ہے، یہ دل سے جو ایمان مٹ گیا ہے اس کی تجدید کرنے والی ہے، اور گناہوں کے صحیفے پر بھاری رہنے والی ہے، اور یہ رکاوٹ و آڑ کو چیر کر اللہ عز و جل تک پہنچنے والی ہے۔ یہ ایسا کلمہ ہے جس کے قائل کی اللہ تصدیق کرتا ہے، اور یہی نبیوں کی طرف سے کہا جانے والا سب سے بہتر کلمہ ہے، اور یہی سب سے بہتر ذکر ہے، اور یہی سب سے بہتر عمل ہے، اور ثواب کے اعتبار سے دو گنا ہے، اور گردن آزاد کرنے کے برابر ہے، اور شیطان سے حفاظت دلانے والی ہے، اور

میدان محشر کی ہولناکی اور قبر کی وحشت سے امن دلانے والی ہے، اوریہی مومنوں کا اپنی قبروں سے اٹھتے وقت شعار ہو گا، اسی طرح اس کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ یہ اپنے قائل کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کو کھلوانے والی ہے وہ ان میں جس سے چاہے گا داخل ہو گا۔ اسی طرح اس کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے کہنے والے گرچہ اس کلمہ کے حقوق میں کوتاہی کی بنا پر جہنم میں داخل کر دیئے جائیں لیکن وہ اس سے ضرور نکلیں گے۔

یہ (لا الہ الا اللہ) کے فضائل کے وہ عناوین ہیں جن کو حافظ ابن رجب ؒ نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا اور ان میں سے ہر ایک فضیلت کی دلیل دی ہے۔

لا الہ الا اللہ کا اعراب اور اس کے ارکان و شروط

أ- لا الہ الا اللہ کا اعراب:

جب معنیٰ کا سمجھنا جملوں کے اعراب کی معرفت پر متوقف ہے، تو علماء رحمہم اللہ نے کلمۂ لا الہ الا اللہ کے اعراب کی جانب توجہ فرمائی، چنانچہ انہوں نے کہا کہ: (لا) نفی جنس کے لئے ہے، اور (الہ) اس کا اسم ہے جو مبنی علی الفتح ہے، اور اس کی خبر محذوف ہے، جس کی تقدیر: (حق) ہے یعنی: لا إلہ حق (نہیں ہے کوئی معبود برحق) إلا اللہ (مگر اللہ) یہ خبر مرفوع (حق) سے استثناء ہے، اور الہ کے معنیٰ ہیں: وہ ذات جو عبادت کی مستحق ہو، اور جس کی عبادت میں دل وارفتہ و مائل ہوں اور اسکا قصد کریں، اور حصول نفع یا دفع ضرر کے لئے اسی کی طرف رغبت کریں۔

اور یہاں پر وہ لوگ (نہایت ہی) غلطی پر ہیں جنہوں نے اس کی خبر کو: (موجود یا معبود) سے مقدّر مانا ہے، اس لئے کہ بتوں اور قبروں وغیرہ

کی شکل میں بہت سارے معبودات پائے جاتے ہیں، لیکن سچا معبود تو وہ صرف اللہ ہے، اور اس کے علاوہ جتنے معبود ہیں سب باطل ہیں، اور ان کی عبادت بھی باطل ہے، اور یہی لا الہ الا اللہ کے دونوں رکنوں کا مقتضیٰ ہے۔

ب- لا الہ الا اللہ کے دونوں رکن:

لا الہ الا اللہ کے دو رکن ہیں، پہلا نفی اور دوسرا اثبات ہے

نفی سے مراد: اللہ رب العالمین کے علاوہ تمام مخلوقات سے الہ ہونے کا انکار کرنا۔

اثبات کا معنیٰ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے الہ ہونے کو ثابت کرنا، کیونکہ وہی معبود برحق ہے، اور اس کے علاوہ مشرکین کی طرف سے بنائے گئے دیگر معبودات سب کے سب باطل ہیں۔

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّـهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّـهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾[الحج:٦٢]

”یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور بیشک اللہ ہی بلندی والا کبریائی والا ہے“۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ”الوہیت کے اثبات پر (لا الہ الا اللہ) کی دلالت اللہ کے قول (اللہ إلہ) یعنی ”اللہ ایک ہے“ سے زیادہ عظیم وبرتر ہے، کیونکہ ”اللہ ایک ہے“ کے قول میں اس کے علاوہ معبود کی نفی نہیں ہے بخلاف ”لا الہ إلا اللہ“ کے، کیونکہ اس میں الوہیت کی تحدید ہے اور اس کے علاوہ سارے معبودوں کی نفی ہے۔اسی لئے ان لوگوں نے بہت بڑی غلطی کی ہے جو الہ کی تفسیر صرف ایجاد واختراع پر قدرت رکھنے والی ذات سے کرتے ہیں۔

شیخ سلیمان بن عبد اللہ کتاب التوحید کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: اگر کہا جائے کہ الہ اور الوہیت کا معنی واضح ہو گیا تو اس شخص کے قول کا کیا جواب ہو گا جو کہتا ہے کہ الہ کا معنی اختراع وایجاد پر قادر کے ہیں، اور اس جیسی عبارت؟

تو کہا جائے گا کہ: اس کا جواب دو طرح سے ہے:

اول: یہ ایک نیا (خود ساختہ) قول ہے جسے نہ تو علماء میں سے کسی نے کہا ہے اور نہ ہی ائمہ لغت نے، اور علماء اور ائمہ لغت کے کلام کا وہی معنیٰ ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے جیسا کہ گزر چکا، لہذا یہ قول باطل قرار پائے گا۔

دوم: اگر ہم اسے تسلیم ہی کر لیں تو یہ سچے معبود کے لیے لازمی امر کے ذریعہ تفسیر ہے، کیونکہ لازمی طور پر خالق کا ایجاد واختراع پر قادر ہونا ضروری ہے، اور جب ایسا نہیں ہوگا تو وہ سچا معبود نہیں ہے گرچہ اسے معبود کہا جاتا ہو، اوراس سے یہ مراد نہیں کہ جس نے یہ جان لیا کہ اللہ ہی ایجاد واختراع پر قادر ہے تو وہ اسلام میں داخل ہو گیا، اور سلامتی کے گھر کی کنجی اس کو حاصل ہو گئی۔ کیونکہ یہ بات کوئی نہیں کہتا، اس لیے کہ اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ کفار عرب بھی مسلمان تھے، اور اگر مان لیا جائے کہ بعض متاخرین لوگ ایسا خیال کرتے ہیں تو وہ غلطی پر ہیں، اور ان کی سمعی وعقلی دلائل کے ذریعہ تردید کی جائے گی۔

ج۔ لا الہ الا اللہ کے شروط:

لا الہ الا اللہ کی سات شرطیں ہیں جن کو پورا کئے بغیر یہ کلمہ اس کے کہنے والے کو نفع نہیں دے گا، اور وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ نفی و اثبات کے اعتبار سے لا الہ الا اللہ کے معنیٰ کا علم رکھنا: (یعنی تمام معبودان باطلہ کی نفی کر کے عبادت کو صرف اللہ کے لئے ثابت کرنا یہی نفی و اثبات ہے)، پس جو شخص اس کا اقرار کرتا ہے اور اس کے معنیٰ و مقتضیٰ کو نہیں جانتا ہے تو یہ اسے نفع نہیں دے گا، کیونکہ اس نے اس کے مدلولات پر اعتقاد نہیں رکھا، جیسے وہ شخص جو ایسی زبان میں بات کرے جسے وہ سمجھتا نہیں۔

۲۔ یقین: یعنی کلمہ کے بارے میں ایسا کمالِ علم پایا جائے جو شک و ریب کے منافی ہو۔

۳۔ ایسا اخلاص: جو شرک کے منافی ہو، اور اسی پر لا الہ الا اللہ دلالت کرتا ہے۔

۴۔ ایسا صدق: جو نفاق سے مانع ہو، کیونکہ وہ لوگ اس کلمہ کو اپنی زبانوں سے تو کہتے ہیں لیکن اس کے مدلول پر اعتقاد نہیں رکھتے۔

۵۔ محبت: اس کلمہ اور اس کے مدلولات سے محبت کی جائے اور اس پر خوشی و مسرت محسوس کی جائے بخلاف منافقین کی۔

٦۔ انقیاد و تابعداری: اس کلمہ کے حقوق ادا کرنے میں انقیاد و تابعداری کا پایا جانا، اور یہ واجب کردہ اعمال کو خالص اللہ کے لئے اس کی رضا و خوشنودی چاہتے ہوئے بجالانا ہے، اور یہی اس کلمہ کا تقاضا ہے۔

ے۔ ایسی قبولیت: کا پایا جانا جو رد وانکار کے منافی ہو اور یہ اوامر الٰہی کی بجاآوری اور اس کے نواہی سے اجتناب کر کے ہو گا۔

اور ان شرطوں کو علمائے کرام نے کتاب و سنت کی ان نصوص سے استنباط کیا ہے جو اس عظیم کلمہ کی خصوصیت اور اس کے حقوق و قیود

کے بیان میں وراد ہوئی ہیں،اور یہ محض زبان سے کہا جانے والا لفظ نہیں ہے۔

لا الہ الا اللہ کا معنیٰ اور اس کے تقاضے

سابقہ بیانات سے یہ واضح ہو گیا کہ لا الہ الا اللہ کا معنیٰ ہے: الہ واحد کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اور وہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کی ذات ہے، کیونکہ وہی عبادت کا مستحق ہے، تو یہ عظیم کلمہ اس بات کو متضمن ہے کہ اللہ کے علاوہ دیگر معبودات سچے الہ نہیں ہیں، اور وہ باطل ہیں کیونکہ وہ عبادت کے مستحق نہیں ہیں۔

اسی لئے اکثر جہاں اللہ کی عبادت کرنے کا حکم ہوتا ہے وہیں غیر اللہ کی عبادت سے منع کرنا بھی شامل ہوتا ہے، کیونکہ اللہ کی عبادت اس کے ساتھ کسی غیر کو شریک کر کے درست نہیں ہوتی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللَّـهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾[النساء:٣٦]

"اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو"۔

[سورہ نساء:٣٦]

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۖ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّـهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللَّـهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴾[سورة البقرة:٣٦]

”دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت ضلالت سے روشن ہوچکی ہے، اس لئے جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کرکے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا، جو کبھی نہ ٹوٹے گا اور اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے“۔ [”سورہ بقرہ:٢٥٦]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّـهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾[النحل:٣٦]

”ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو“۔[النحل:۳۶]

اور رسول ﷺ کا فرمان ہے:

(مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مَنْ دُونِ اللهِ، حَرُمَ مَالُهُ، وَدَمُهُ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ)

”جس نے لا الہ الا اللہ کہا، اور اللہ کے علاوہ عبادت کی جانے والی چیزوں کا انکار کیا تو اس کا خون ومال (لوگوں پر) حرام ہوگیا اور اس کا حساب (باقی معاملہ) اللہ پر ہوگا[۱۲]“۔

اور ہر رسول اپنی قوم سے یہی کہتے کہ: ﴿..اعْبُدُوا اللَّـهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـٰهٍ غَيْرُهُ﴾ ”تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے قابل نہیں“۔[الاعراف:۵۹]...اور اسکے علاوہ دیگر بہت سارے دلائل ہیں۔

(۱۲)(مسلم: حدیث نمبر ۲۳)، احمد (۶/۳۹۴)۔

امام ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”اس معنیٰ کی تحقیق وتوضیح یہ ہے کہ بندہ کا قول: ”لا الہ الا اللہ“ اس بات کا متقاضی ہے کہ اس کے لئے اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، اور الہ وہ ذات ہے جس کی اطاعت کی جائے، اور اس کی ہیبت وجلال، تعظیم ومحبت اور خوف وامید کی وجہ سے اور اس پر توکل واعتماد کرتے ہوئے اور اس سے سوال ودعا کرتے ہوئے اس کی نافرمانی نہ کی جائے، اور یہ ساری چیزیں صرف اللہ عزوجل کے لئے ہی مناسب ودرست ہیں۔

اسی لئے جب نبی ﷺ نے کفار قریش سے کہا:

(قُولُوا : لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) ”لا الہ الا اللہ“ کہو تو انہوں نے جواب دیا:
﴿أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَـٰهًا وَاحِدًا ۖ إِنَّ هَـٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾[سورۃص:۵]

”کیا اس نے اتنے سارے معبودوں کا ایک ہی معبود کر دیا واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے“۔[سورہ ص:۵ [١٣]]

تو انہوں نے اس کلمہ سے یہ سمجھا کہ یہ تمام بتوں کی عبادت کو باطل ٹھہراتا ہے، اور عبادت کو صرف اللہ کے لئے محدود کر دیتا ہے، حالانکہ وہ ایسا نہیں چاہتے تھے۔ تو اس معنیٰ سے یہ واضح ہو گیا کہ لا الہ الا اللہ کا معنیٰ اور اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ عبادت کو اللہ کے لئے خاص کیا جائے، اور اس کے علاوہ کی پوجا نہ کی جائے، لہذا جب بندہ ”لا الہ الا اللہ“ کہتا ہے تو گویا وہ عبادت کو صرف اللہ کے لئے خاص کرنے کا اعلان کرتا ہے اور اس کے ماسوا قبروں، اولیاء اور صالحین کی عبادت کو باطل قرار دیتا ہے۔

اور اس سے موجودہ دور کے قبروں کے پجاریوں اور ان کے ہم مثل لوگوں کے اس اعتقاد کا بطلان ہو جاتا ہے کہ لا الہ الا اللہ کا معنیٰ یہ اقرار کرنا ہے کہ اللہ موجود ہے،، یا وہ خالق ہے جو ایجاد وغیرہ پر قدرت رکھتا

([١٣]) (مسند احمد: ١/٢٢٧)۔

ہے۔ یا اس کا معنیٰ یہ کرتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کسی کی حاکمیت نہیں ہے، اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جس نے اس معنیٰ کا اعتقاد رکھا اور اس کے ذریعہ لا الہ الا اللہ کی تفسیر کیا تو مطلق طور پر وہ توحید کو قائم کرنے والا ہے، چاہے وہ جو کچھ بھی (گناہ) کرے، غیر اللہ کی عبادت کرے، مردوں پر اعتقاد رکھے، اور ذبیحے و نذرانے پیش کرکے، ان کی قبروں کا طواف کرکے اور ان کی تربتوں سے تبرّک حاصل کرکے ان کا تقرّب حاصل کرے۔

اوران لوگوں نے یہ نہیں سمجھا کہ عرب کے پہلے کفار ان کے اس اعتقاد میں شریک تھے، اور اس بات کو جانتے تھے کہ اللہ ہی خالق ہے اور ایجاد پر قدرت رکھتا ہے، اور وہ اس کا اقرار کرتے تھے، اورانہوں نے غیر اللہ کی صرف اس اعتقاد سے پوجا کی تھی کہ وہ انہیں اللہ سے قریب کردیں گے، نہ کہ وہ پیدا کرنے والے اور روزی دینے والے تھے۔

لہذا حاکمیت لا الہ الا اللہ کے معنیٰ کا ایک حصہ ہے نہ کہ اس کا مطلوبہ حقیقی معنیٰ ہے، اس لئے عبادت میں شرک پائے جانے کے ساتھ حقوق، حدود اور خصومات (لڑائی و جھگڑے) میں شریعت کے مطابق حکم کافی نہ ہو گا۔

اگر لا الہ الا اللہ کا معنیٰ ان کے گمان کے مطابق ہی ہوتا تو پھر رسول ﷺ اور مشرکین کے درمیان جنگ نہ ہوتی، بلکہ وہ رسول ﷺ کے حکم کی تعمیل میں جلدی کرتے جب آپ ﷺ ان سے کہتے کہ: اس بات کا اقرار کرو کہ اللہ ہی ایجاد و اختراع پر قادر ہے، یا اس بات کا اقرار کرو کہ اللہ موجود ہے، یا ان سے کہتے کہ: حقوق، اموال اور جانوں میں شریعت کی طرف رجوع کرو اور عبادت سے خاموش رہتے۔

لیکن وہ قوم عربی زبان سے واقف تھی اس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ جب وہ لا الہ الا اللہ کہے گی تو وہ بت پرستی کو جھوٹا قرار دینے والی ہو گی، اور یہ

کلمہ محض ایک لفظ نہیں ہے جس کا کوئی معنٰی نہ ہو، اسی لئے انہوں نے اس سے اعراض کیا اور کہہ بیٹھے:

﴿أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَـٰهًا وَاحِدًا ۖ إِنَّ هَـٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾[سورة ص:٥]

”کیا اس نے اتنے سارے معبودوں کا ایک ہی معبود کر دیا واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے“۔[سورہ ص:۵]

جیسا کہ اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَـٰهَ إِلَّا اللَّـهُ يَسْتَكْبِرُونَ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُو آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ﴾[سورة الصافات:٣٥-٣٦]

”یہ وہ (لوگ) ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو یہ سرکشی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی بات پر چھوڑ دیں؟“۔[الصافات:۳۵۔۳۶]

لہذا انہوں نے جان لیا کہ لا الہ الا اللہ ان سے غیر اللہ کی عبادت ترک کرنے اور اللہ کے لئے عبادت کو خاص کرنے کا مطالبہ کرتا ہے، اور اگر یہ اس کے کہنے کے بعد بتوں کی پوجا پر مستمر رہے تو یہ اپنے نفسوں کے ساتھ تناقض کا شکار ہوں گے جبکہ ان کا حال یہ ہے کہ وہ تناقض وتضاد سے نفرت کرتے ہیں۔ لیکن موجودہ دور میں قبر پرست اس قبیح تناقض وتضاد سے نفرت نہیں کرتے، چنانچہ یہ لاالہ الا اللہ کہتے ہیں، اور پھر مردوں کی عبادت کرکے اور مختلف قسم کی عبادات کے ذریعے مزاروں کا تقرّب حاصل کرکے اس (کلمہ) کی مخالفت کرتے ہیں، لہذا ان لوگوں کے لئے بربادی وہلاکت ہے جن سے ابوجہل اور ابولہب بھی لاالہ الا اللہ کا معنیٰ زیادہ جانتا تھا!۔

حاصل یہ ہے کہ جس نے اس کلمہ کے معنیٰ ومفہوم کو جان کر کہا، اور ظاہری وباطنی طور پر اس کے تقاضے کے مطابق عمل کیا، اور شرک کا انکار کیا اور عبادت کو صرف اللہ کے لئے ثابت کیا، اور اس چیز پر پختہ اعتقاد رکھا جس کو یہ کلمہ شامل ہے اور اس پر عمل کیا تو وہ حقیقی مسلمان ہے، اور جس نے اس کلمہ کو کہا، اور اس کے تقاضے کے مطابق ظاہری

طور پر عمل کیا، اس کے مدلولات پر اعتقاد نہیں رکھا تو وہ منافق ہے، اور جس نے اس کو اپنی زبان سے کہا اور اس کے خلاف شرکیہ کام کیا جو اس کلمہ کے منافی ہے تو تضاد کا شکار مشرک ہے، لہذا اس کلمہ کی ادائیگی کے ساتھ اس کے معنیٰ کی جانکاری ضروری ہے، کیونکہ یہ اس کے تقاضے کے مطابق عمل کرنے کا وسیلہ وذریعہ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِلَّا مَن شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾[الزخرف:٨٦]

”الا یہ کہ کوئی علم کی بنا پر حق کی شہادت دے“[الزخرف:٨٦]

لا الہ الا اللہ کے تقاضے کے مطابق عمل کرنے سے مراد: صرف اللہ کی عبادت کرنا اور اس کے ماسوا کی عبادت سے انکار کرنا ہے اور یہی اس کلمہ کا حقیقی مقصود ہے۔

اور لا الہ الا اللہ کے تقاضے میں سے: عبادات ،معاملات، تحلیل اور تحریم میں اللہ کے قانون کو قبول کرنا ،اور اس کے ماسوا کی تشریع

و قانون کا انکار کرنا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّـهُ﴾[الشوری:۲۱]

”کیا ان لوگوں نے ایسے (اللہ کے) شریک (مقرر کر رکھے) ہیں جنہوں نے ایسے احکام دین مقرر کر دیئے ہیں جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں ہیں“[شوریٰ:۲۱]

اس لئے عبادات و معاملات اور لوگوں کے درمیان ذاتی احوال وغیرہ میں اختلاف کردہ مسائل میں فیصلہ کرتے وقت اللہ کے قانون کا قبول کرنا اور خود ساختہ قوانین کا انکار کرنا ضروری ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام بدعات و خرافات کا بھی انکار کیا جائے جسے انس و جن کے شیاطین عبادات کے اندر ایجاد کر رکھے ہیں اور اسے فروغ دے رہے ہیں، لہذا ان میں سے جس نے کچھ بھی قبول کیا تو وہ مشرک ہے جیسا کہ اس آیت کے اندر اللہ کا فرمان ہے:

﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّـهُ﴾[الشوری:۲۱]

”کیا ان لوگوں نے ایسے (اللہ کے) شریک (مقرر کر رکھے) ہیں جنہوں نے ایسے احکام دین مقرر کر دیئے ہیں جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں ہیں“[شوریٰ:۲۱]

اور فرمایا:

﴿وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾[الأنعام:۱۲۱]

” اور اگر تم ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ گے“۔[انعام:۱۲۱]

اورارشاد فرمایا:﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّـهِ﴾[التوبۃ:۳۱]

”ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنایا ہے۔“[توبہ:۳۱]

اور حدیث صحیح میں ہے کہ نبی ﷺ نے اس آیت کو عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ پر تلاوت کی (جو پہلے عیسائی تھے) تو انہوں نے کہا:

اے اللہ کے رسول! ہم ان (علماء وبزرگوں) کی عبادت تو نہیں کرتے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(أَلَيْسَ يُحِلُّونَ لَكُمُ مَا حرَّمُ اللهُ فَتُحِلُّونَهُ،وَيُحَرِّمُونَ مَا أَحلَّ اللهُ فَتُحَرِّمُونَهُ؟)قَالَ: بَلَى،قَالَ النبيُّ صَلّى اللهُ عليه وسلَّمْ:(فَتلِكَ عِبَادَتُهُمْ).

"کیا وہ لوگ اللہ کی حرام کردہ چیز کو تمہارے لیے حلال نہیں ٹھہراتے تو تم اسے حلال جانتے ہو، اوراللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام نہیں ٹھہراتے تو تم اسے حرام سمجھتے ہو؟" تو انہوں نے کہا: کیوں نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "یہی ان کی عبادت ہے" [(١٤)]۔

---

(١٤) (سنن ترمذی، حدیث:٣٠٩٥)، ملاحظہ: مولّف حفظہ اللہ نے جو الفاظ ترمذی کے حوالے سے ذکر کئے ہیں وہ میں نہیں پاسکا بلکہ ترمذی کے الفاظ یوں ہیں:(عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي عُنُقِي صَلِيبٌ مِنْ ذَهَبٍ. فَقَالَ: يَا عَدِيُّ اطْرَحْ عَنْكَ هَذَا الوَثَنَ، وَسَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فِي سُورَةِ بَرَاءَةٌ: {اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ}، قَالَ: أَمَا إِنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا يَعْبُدُونَهُمْ، وَلَكِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا أَحَلُّوا لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحَلُّوهُ، وَإِذَا حَرَّمُوا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوهُ.(حدیث:٣٠٩٥)[م.ق]

شیخ عبد الرحمن بن حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”ان کی معصیت میں اطاعت کرنا یہی غیر اللہ کی عبادت ہو گئی، اور یہی ان کا رب بنانا ہوا جیسا کہ اس امت میں پایا جاتا ہے، اور یہ شرک اکبر میں سے ہے، اور اس توحید کے منافی ہے جو لا الہ الا اللہ کی شہادت کا مدلول ہے...“۔

تو یہ واضح ہو گیا کہ کلمہ اخلاص نے ان تمام چیزوں کی نفی کر دی کیونکہ یہ امور اس کلمہ کے مدلول کے خلاف ہیں۔

اسی طرح (خود ساختہ) قوانین سے فیصلہ طلب کرنے کا انکار ضروری ہے، کیونکہ کتاب اللہ کی طرف فیصلہ کے لئے رجوع کرنا، اور اس کے علاوہ بشری قوانین و نظاموں سے فیصلہ کروانے کو چھوڑنا ضروری ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّـهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّـهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾[النساء:٥٩]

"پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ، اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے"۔[نساء:۵۹]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّـهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّـهُ رَبِّي ﴾[الشورى:١٠]

"اور جس جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے یہی اللہ میرا رب ہے۔" [شوریٰ:۱۰]

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان لوگوں کو کافر و ظالم اور فاسق قرار دیا ہے جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے ہیں، اور ان سے ایمان کی نفی کی ہے جو اس بات پر دال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ

حکم کے علاوہ سے فیصلہ کرنا جب حاکم اسے حلال سمجھے یا اسے اللہ کے حکم سے زیادہ درست و بہتر خیال کرے تو یہ کفر و شرک ہے جو توحید کے منافی ہے اور کلمہ لا الہ الا اللہ کے بالکل مخالف و متناقض ہے۔

اور اگر حاکم اللہ کے نازل کردہ حکم کے علاوہ فیصلہ کرنے کو حلال نہ سمجھے، اور یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کے حکم کے مطابق ہی فیصلہ کرنا واجب ہے لیکن ہوائے نفس کی بنا پر اس کی مخالفت کرتا ہے تو یہ کفر اصغر اور شرک اصغر ہے جو لا الہ الا اللہ کے معنیٰ اور اس کے تقاضے کو توڑنے والا ہے۔

لٰہذا لا الہ الا اللہ ایک مکمل منہج و طریقہ کار ہے جس کا مسلمانوں کی زندگی اور ان کی تمام عبادتوں اور تصرّفات پر حکمرانی و غلبہ ہونا ضروری ہے۔ یہ بطور برکت دہرایا جانے والا لفظ نہیں ہے، اور نہ ہی صبح و شام کی اوراد ہے جس کو اس کے معنیٰ کے سمجھے، اس کے مقتضی پر عمل کئے اور اس کے منہج کے مطابق چلے بغیر کہہ دیا جائے، جیسا کہ بہت

سارے لوگوں کا گمان ہے جو اسے اپنی زبانوں سے تو ادا کرتے ہیں لیکن اپنے عقیدے اور تصرّفات میں اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

اور لا الہ الا اللہ کے تقاضے میں سے: اللہ کے ان اسماء وصفات کو ثابت کرنا ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو موسوم اور متصف کیا ہے، یا جن سے اس کے رسول ﷺ نے اسے موسوم ومتصف کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِلَّـهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾[الأعراف:١٨٠]

”اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی“۔[الأعراف:١٨٠]

((فتح المجید شرح کتاب التوحید)) کے مولّفؒ کہتے ہیں کہ: "کلام عرب میں اصل الحاد کے معنی ہیں: مقصد سے ہٹنا ،مائل ہونا،اور کجروی وانحراف اختیار کرنا۔ اوراللہ کے تمام نام ایسے اسماء واوصاف ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو واقف کرایا ہے،اور جو اللہ عزوجل کے کمال پر دلالت کرتے ہیں۔

مولّف رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: اسماء کے اندر الحاد یا توان ناموں کا انکار کرکے ہوگا،یا ان کے معانی کے انکار اور تعطیل (بے معنی کرنا) کے ذریعہ ہوگا،یا تو درست (معنیٰ) سے تحریف کرکے اور تاویلات کے ذریعہ حقیقی معنیٰ سے نکال کر ہوگا،یا انہیں ان مخلوقات کا نام دے کر ہوگا جیسے اہل اتحاد کا الحاد جنہوں نے انہیں اس کائنات کے اچھوں اور بروں کے نام بنادیے ہیں..."مولّفؒ کا کلام ختم ہوا۔

لہذا جس نے اللہ کے ناموں اور صفات میں تعطیل[١٥] وتاویل[١٦] یا تفویض[١٧] کے ذریعہ الحاد و کجروی سے کام لیا، اور جن عظیم معانی پر وہ (اسماء وصفات) دلالت کرتی ہیں ان کا اعتقاد نہیں رکھا جیسے جہمیہ، معتزلہ اوراشاعرہ، تواس نے لاالہ الا اللہ کے مدلول کی مخالفت کی، کیونکہ الہ وہ ذات ہے جس کو پکارا جائے اور جس کی طرف اس کے ناموں اور صفات کے ذریعہ وسیلہ پکڑا جائے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

---

(١٥) تعطیل کے لغوی معنیٰ چھوڑ دینے کے ہیں، اور اصطلاح میں اس سے مقصود یہ ہے کہ: اللہ کی ذات سے صفات الہی کی نفی کی جائے، اوران کے قائم بذات اللہ ہونے کا انکار کیا جائے یا اُن میں سے بعض صفات کا انکار کیا جائے۔ (م.ر)

(١٦) توحید اسماء وصفات کے بیان میں اہل سنت والجماعت یعنی صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ اربعہ اور محدثینؒ کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت میں بیان شدہ اسماء وصفاتِ باری تعالیٰ کے حقیقی و اصلی معنی کا اثبات کرتے ہیں جبکہ اس کی کیفیت بیان نہیں کرتے مثلاً قرآن میں اللہ تعالیٰ کے لیے صفت 'ید' کا اثبات ہے تو اہل سنت والجماعت اللہ کے لیے صفتِ 'ید' کے حقیقی لغوی و عرفی معنی کا اثبات کرتے ہیں اور اس کی کیفیت یا تشبیہ بیان کرنے کو بدعت قرار دیتے ہیں۔

اہل سنت والجماعت کے اس عقیدہ کے برعکس ایک اُسلوب اہل تاویل کا ہے جو صفاتِ ذاتیہ کے علاوہ دیگر اَسماء وصفاتِ باری تعالیٰ کو بھی اُن کے حقیقی معنی کے بجائے مجازی معنی پر محمول کرتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات میں 'ید' بمعنی ہاتھ ہے۔ اہل سنت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پاؤں وغیرہ مانتے ہیں، لیکن اہلِ تاویل صفتِ ید کا مجازی معنی 'قدرت' بیان کر دیتے ہیں اور اس لفظ کے حقیقی معنیٰ 'ہاتھ' کا اللہ کی ذات کے لیے اِثبات نہیں کرتے ہیں۔ (م.ر)

(١٧) اہل سنت والجماعت کے بالمقابل تاویل سے بچنے کا ایک دوسرا طریق کار اہل تفویض کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات کے لیے کوئی مجازی معنیٰ پیش کر کے تاویل تو نہیں کرتے، لیکن سرے سے عربی الفاظ کا مفہوم ہی تسلیم کرنے سے انکار کر جاتے ہیں اور ان صفات کو اللہ کے سپرد کر دینے کا مقصد یہ بیان کرتے ہیں کہ اُن کا کوئی لغوی معنی بھی بیان نہ کیا جائے۔ (م.ر)

﴿وَلِلَّـهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا﴾[الأعراف:١٨٠]

" اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو"۔[اعراف:١٨٠]

اور جس کے نام یا صفات نہ ہوں، تو وہ معبود کیسے ہوسکتا ہے اور اسے کیسے پکارا جائے گا اور کس نام سے پکارا جائے گا؟!

امام ابن القیّم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "بہت سارے احکام میں لوگوں نے تنازعہ کیا ہے، لیکن صفات کی آیات اوراس کی خبروں میں ایک جگہ بھی تنازعہ نہیں کیا ہے، بلکہ صحابہ وتابعین ان کے معانی کو سمجھنے اوران کے حقائق کو ثابت کرنے کے ساتھ ان کا اقرار کرنے اورانہیں اسی طرح گزارنے پر متفق ہیں (جس طرح وہ وارد ہوئی ہیں)۔اور یہ اس بات پر دال ہے کہ یہ دونوں قسموں میں بیان کے اعتبار سے سب سے بڑھ کر ہے، اوراس کی وضاحت کا اہتمام کرنا سب سے اہم ہے، کیونکہ یہ شہادتین کے اثبات کی تکمیل سے ہے، اوراس کو ثابت کرنا توحید کے لوازمات میں سے ہے، اسی لئے اللہ اور

اس کے رسول ﷺ نے اسے تسلی بخش انداز میں بیان کر دیا ہے جس میں کوئی لبس واشکال نہیں ہے۔

آیات احکام کو چند مخصوص لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں، اور رہی بات آیات صفات کی تو ان کے معنیٰ کو سمجھنے میں خاص وعام سب مشترک ہیں، میری مراد: اصل معنیٰ کا سمجھنا ہے نہ کہ حقیقت و کیفیت کا سمجھنا۔

اور (انہوں نے) یہ بھی کہا کہ: یہ بات فطرت، عقول سلیمہ اور آسمانی کتابوں سے معلوم ہے کہ: صفات کمال سے عاری معبود، مدبّر اور رب نہیں ہو سکتا، بلکہ وہ مذموم ، عیب دار اور ناقص ہے، اوراس کے لیے دنیا وآخرت میں کوئی حمد و تعریف نہیں ہے، بلکہ دنیا وآخرت میں حمد وستائش اس کے لئے ہے جو صفات کمال اور نعوت جلال سے متصف ہو جن کی وجہ سے وہ حمد کا مستحق ٹھہرا، اسی لئے سلف رحمہم اللہ نے اپنی ان کتابوں کو توحید کا نام دیا ہے جنہیں انہوں نے سنت، رب تعالیٰ کی صفات کے اثبات، اس کے مخلوق پر علو وبلند ہونے اوراس کے کلام اور تکلّم کرنے کے بارے میں تالیف فرمائیں، کیونکہ ان چیزوں کا انکار

وکفر کرنا صانع (اللہ) کا انکار و نفی کرنا ہے، اور اس کی توحید اس کی صفاتِ کمال کو ثابت کرنے اور اس کی ذات کو تشبیہ و نقائص سے منزّہ وپاک قرار دینے میں ہے۔

لا الہ الا اللہ کہنے سے انسان کو کب فائدہ حاصل ہو گا اور کب نہیں؟

جیسا کہ ہم بتلا چکے ہیں کہ لا الہ الا اللہ کہنے کے ساتھ یہ ضروری ہے کہ ہم اس کے معنیٰ کو جانیں اور اس کے مقتضیٰ کے مطابق عمل کریں، لیکن چونکہ کچھ ایسے نصوص ہیں جن سے یہ وہم واشکال پیدا ہوتا ہے کہ صرف اس کلمہ کا زبان سے کہہ دینا ہی کافی ہے، اور بعض لوگ اس وہم کا شکار بھی ہیں، لہذا گفتگو اس کے وضاحت کی متقاضی ہوئی تاکہ متلاشیانِ حق کے لئے اس وہم کا ازالہ کیا جاسکے۔

شیخ سلیمان بن عبد اللہ رحمہ اللہ حدیث عتبان پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں جس کے اندر ہے کہ:

(فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ)

”جو شخص محض رضائے الٰہی کی نیت سے ”لا الہ الا اللہ“ کہے تو اللہ تعالیٰ اس پر آگ کو حرام کر دیتا ہے[۱۸]“:

فرمایا:”جان لو کہ بعض احادیث ایسی وارد ہوئی ہیں جن کے ظاہر سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جس نے شہادتین کا اقرار کیا اس پر آگ حرام ہے جیسا کہ اس حدیث کے اندر ہے، اور انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں وہ کہتے ہیں کہ :(ایک مرتبہ) معاذ بن جبلؓ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھے، آپ ﷺ نے فرمایا، اے معاذ! میں نے عرض کیا، حاضر ہوں یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوبارہ) فرمایا، اے معاذ! میں نے عرض کیا، حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سہ بارہ) فرمایا، اے معاذ! میں نے عرض کیا، حاضر ہوں، اورآپ کی خدمت میں نیک بختی حاصل کرتا ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ، إِلَّا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ...الحديث)-

---

(۱۸) بخاری، حدیث:۱۲۵، مسلم، حدیث:۳۳)

”جو شخص سچے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو (دوزخ کی)آگ پر حرام کر دیتا ہے [(۱۹)] “۔

اور مسلم نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مرفوعاروایت کیا ہے:

(مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ النَّارَ)

”جس نے اس بات کی شہادت دی کہ اللہ کے علاوہ کوئی برحق معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں تو اللہ نے اس پر جہنم کو حرام کر دیا ہے [(۲۰)] “۔

اور بعض حدیثیں ایسی وارد ہوئی ہیں جن میں اس بات کا ذکر ہے کہ جس نے شہادتین کو ادا کیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا، اور اس میں یہ نہیں ہے کہ وہ آگ پر حرام ہوگا، انہی میں سے عبادہ بن صامت رضی

[(۱۹)] (بخاری:۱۲۸، مسلم:۳۲، احمد:۳/۲۶۱)۔

[(۲۰)] (صحیح مسلم:۲۹، سنن ترمذی:۲۶۳۸، احمد:۵/۳۱۸)۔

اللہ عنہ کی حدیث ہے جو قریب ہی گزری ہے، اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں ہے کہ لوگ نبی ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک میں تھے۔۔۔ اور اسی میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

(أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ ، لَا يَلْقَى اللَّهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ ، فَيُحْجَبَ عَنِ الْجَنَّةِ)

"میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی برحق معبود نہیں اور میں اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، جو بھی شخص ان دونوں باتوں کے ساتھ بغیر کسی شک کے، اللہ سے ملاقات کرے گا تو وہ جنت میں داخل ہو گا[۲۱] "۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

"اس کے معنٰی کے سلسلے میں سب سے بہتر وہ بات ہے جس کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ وغیرہ نے کہا ہے کہ: "یہ سب احادیث ان لوگوں کے بارے میں ہیں جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا اور اسی پر ان کا انتقال ہو گیا، جیسا کہ تقیید کے ساتھ

---

(۲۱)(مسلم: ۲۷، احمد: ۲/۴۲۱)

وارد ہے کہ: ”اس کو خالص دل سے صدق ویقین کے ساتھ بغیر شک کے کہا، کیونکہ توحید کی حقیقت اللہ کی طرف روح کا مکمل طور سے مائل ہو جانا ہے، لہذا جس نے لا الہ الا اللہ کو خالص دل سے کہا وہ جنت میں داخل ہو گا، اس لئے کہ اخلاص نام ہے اللہ تعالیٰ کی طرف دل کے کھنچنے کا، اس طور پر کہ بندہ اپنے گناہوں سے سچے دل سے توبہ کر لے، اور اگر اسی حالت پر مر جائے تو وہ اس (جنت) کو حاصل کر سکے گا، کیونکہ بہت ساری متواتر حدیثیں ہیں جن میں اس بات کا ذکر ہے کہ جہنم سے ہر اس شخص کو نکال باہر کیا جائے گا جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں جَو، رائی اور ذرہ برابر بھلائی ہو گی۔

اور یہ بھی تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ بہت سارے ایسے ہیں جو لا الہ الا اللہ کہتے ہیں، جہنم میں داخل ہونگے، پھر اس سے نکالے جائیں گے۔ اسی طرح تواتر سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آگ پر بنی آدم کے سجدے کے نشان کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ لوگ نماز پڑھتے اور اللہ کے لئے سجدہ کرتے تھے۔

اور یہ بھی تواتر سے منقول ہے کہ: ”آگ پر وہ شخص حرام ہے جس نے لا الہ الا اللہ کہا“، اور ”جس نے لا الہ الا اللہ اور محمد رسول کی گواہی

دی"، لیکن یہ بہت بھاری قیود سے مقیّد وارد ہوئی ہیں، اور اکثر اس کلمہ کے کہنے والے اخلاص ویقین کے معنیٰ کو جانتے ہی نہیں، اور جو اس کو نہیں جانتا تو اندیشہ ہے کہ وہ اس کے بارے میں موت کے وقت آزمائش میں پڑ جائے اور اس شخص کے اور کلمہ کے درمیان کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے، اور بہت سارے لوگ اس کلمہ کو بطور رسم وعادت کہتے ہیں، اور عموماً ان کے دل کی گہرائی میں یہ کلمہ جاں گزیں نہیں ہوتا، اور غالبا موت کے وقت اور قبروں میں ایسے لوگ ہی آزمائے جاتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے:(سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ)-

"میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی اسے کہدیا[۲۲] "۔

اور عمومی طور پر ان کے اعمال اپنے جیسے لوگوں کی اندھی تقلید اور پیروی کے نتیجے میں ہوتے ہیں، اور یہ لوگ اللہ کے درج ذیل قول کے زیادہ قریب ہیں:

---

(۲۲)(بخاری:۸۶، مسلم:۹۰۵، احمد ۶/۳۵۵)۔

﴿بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّهْتَدُونَ﴾[الزخرف:۲۲]

"بلکہ یہ تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک مذہب پر پایا اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل کر راہ یافتہ ہیں"۔[الزخرف:۲۲]

اور ایسی صورت میں احادیث کے درمیان کوئی اختلاف و تعارض نہیں رہ جاتا، کیونکہ جب اس (کلمہ) کو اخلاص ویقین تام کے ساتھ کہے گا تو ایسی صورت میں وہ گناہ پر قائم نہیں رہے گا، اس لئے کہ اس کا مکمل اخلاص ویقین اس بات کو واجب کرتا ہے کہ اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ تمام چیزوں سے زیادہ محبوب وپسندیدہ ہو، تو اس وقت اس کے دل میں اللہ کی حرام کردہ اور اس کی ناپسندیدہ ومکروہ چیزوں کے بارے میں کوئی ارادہ باقی نہیں رہے گا، اور یہی وہ ہے جس پر آگ حرام ہو گی۔ اور اگر اس سے پہلے اس کے کوئی گناہ ہوئے ہوں گے تو یہ ایمان، توبہ، اخلاص، محبت اور یقین اس کے گناہ کو ویسے ہی مٹادیں گے جیسے دن کے آنے سے رات کی تاریکی مٹ جاتی ہے" ا.ھ۔

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اوران لوگوں کا دوسرا شبہ بھی ہے کہتے ہیں کہ: نبی ﷺ نے اسامہ رضی اللہ عنہ پر لاالہ الا اللہ کے اقرار کرنے والے کی قتل کردینے پر نکیر فرمائی تھی، اور کہا تھا: (أَقَتَلْتَهُ بَعْدَمَا قَالَ لا إِلَهَ إِلاَّ اللَّه؟)

"کیا تم نے اس کو "لا الہ الا اللہ" کہنے کے بعد قتل کرڈالا؟[۲۳]"۔

اور دیگر حدیثیں ہیں جو لاالہ الا اللہ کہنے والے کے (قتل) سے روکتی ہیں، اوران جاہلوں کی مراد یہ ہے کہ جس نے اس (کلمہ) کو کہہ لیا تو اس کو نہ کافر کہا جائے گا اور نہ ہی قتل کیا جائے گا گرچہ وہ جو چاہے (شرکیہ کام) کرے۔

توان جاہلوں سے کہا جائے گا: یہ بات معلوم ہے کہ رسول ﷺ نے یہود سے جنگ کیا اور ان کو برا بھلا کہا حالانکہ وہ بھی لاالہ الا اللہ کہتے تھے، اور رسول ﷺ کے صحابہ نے بنو حنیفہ سے قتال کیا حالانکہ وہ

(۲۳) (بخاری: ۴۰۲۱، مسلم: ۹۶، احمد: ۵/ ۲۰۰)۔

لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دیتے تھے، اور نماز پڑھتے تھے اور اسلام کا دعویٰ کرتے تھے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی جن کو علیؓ نے جلا دیا۔ اور یہ جاہل لوگ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ بعث بعد الموت کا منکر کافر ہے اور اس سے قتال کیا جائے گا گرچہ وہ لا الہ الا اللہ کا قائل ہو، اور جو اسلام کے ارکان میں سے کسی بھی چیز کا انکار کرے وہ کافر ہے اور اس سے جنگ کی جائے گی گرچہ وہ اس کلمہ کا قائل ہو۔

تو کیسے (یہ کلمہ) فروع میں سے کسی چیز کے انکار کرنے والے کو نفع نہیں دے گا اور توحید جو رسولوں کے دین کی اصل اور سرمایہ ہے اس کے منکر کو نفع دے گا! لیکن اللہ کے دشمن احادیث کے مفہوم کو نہ سمجھ سکے۔

اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: رہی بات حدیث اسامہؓ کی تو انہوں نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا تھا جس نے اسلام کا دعویٰ کیا لیکن انہوں نے یہ گمان کیا کہ اس نے جان و مال کی خوف سے ایسا کیا ہے، اور آدمی جب اسلام کا اظہار کرے تو اس سے رکنا ضروری ہے یہاں

تک کہ اس سے کوئی ایسی چیز ظاہر ہو جو اس کے دعویٰ کے خلاف ہو، اور اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّـهِ فَتَبَيَّنُوا﴾[النساء:۹۴]

”اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جا رہے ہو تو تحقیق کر لیا کرو“۔[النساء:۹۴]

یعنی: تحقیق کرلیا کرو، چنانچہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس سے رکنا اور اس کا تثبت کرنا ضروری ہے، پس اگر اس کے بعد اس سے اسلام کے مخالف چیز ظاہر ہو جائے تو اس سے قتال کیا جائے گا اللہ کے قول (فتبیّنوا) ”تم اس کی تحقیق کرلیا کرو“ کی وجہ سے، اور اگر اس (کلمہ) کے کہنے پر اسے قتل نہیں کیا جاتا تو پھر تحقیق و جانچ پڑتال کرنے کا کوئی معنیٰ ہی نہیں رہ جاتا۔

اسی طرح دیگر حدیثیں اور جو اس معنیٰ میں ہیں ان کا بھی یہی مفہوم ہے اور وہ یہ ہے کہ جس نے اسلام اور توحید کو ظاہر کیا تو اس سے رکنا ضروری ہے مگر یہ کہ اس سے اس کے مخالف چیز ظاہر ہو۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول ﷺ نے (اسامہ رضی اللہ عنہ سے) کہا:

(أَقَتَلْتَهُ بَعْدَمَا قَالَ لا إِلَهَ إِلاّ اللَّهُ؟)

"کیا تم نے اس کو "لا الہ الا اللہ" کہنے کے بعد قتل کر ڈالا؟[۲۴]" اور فرمایا کہ: (أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)

"مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتال کرتا رہوں جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کر لیں[۲۵]"۔

تو آپ ﷺ نے ہی خوارج کے بارے میں یہ فرمایا: (فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ)

([۲۴]) (بخاری: ۴۰۲۱، مسلم: ۹۶، احمد: ۵/ ۲۰۰)

([۲۵]) (بخاری: ۲۵، مسلم: ۲۲، ترمذی: ۲۶۰۸، نسائی: ۳۹۶۷، ابو داود: ۲۶۴۱، ابن ماجہ: ۱۷، احمد: ۳/ ۲۲۵)۔

”جہاں بھی تم اُن کو پاؤ قتل کرو [۲۶] “۔اور فرمایا:(لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ)

”اگر میں ان کو پاتا تو(قوم)عاد کی طرح قتل کرتا [۲۷] “

حالانکہ یہ (خوارج) سب سے زیادہ تہلیل(لا الہ الا اللہ) کہنے والے تھے، یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے مقابلے میں اپنے آپ کو کمتر سمجھتے تھے، اوران لوگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہی علم حاصل کیا تھا، لیکن ان کو لا الہ الا اللہ کچھ بھی نفع نہیں دیا، اور نہ ہی ان کی کثرتِ عبادت ان کے کوئی کام آسکی، اور نہ ہی ان کا اسلام کا دعویٰ کرنا انہیں کوئی فائدہ پہنچاسکا، کیونکہ ان سے شریعت کے مخالف امور ظاہر ہوئی۔ اسی طرح (گزشتہ سطور میں)جو ہم نے یہود سے جنگ کرنے اور بنو حنیفہ سے صحابہ کرام کے قتال کرنے کی بات ذکر کی ہے انہیں بھی اس کلمہ سے کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔

---

(۲۶)(بخاری:۳۶۱۱، مسلم:۲۵۱۱، ابوداود:۴۷۶۹، نسائی:۴۱۰۲، ابن ماجہ:۱۷۵، احمد:۱/۸۱)

(۲۷) (بخاری:۴۳۳۲، مسلم:۲۴۹۹، ابوداود:۴۷۶۶، نسائی:۲۵۷۸، احمد:۳/۶۸)

حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب "کلمۂ اخلاص" میں نبی ﷺ کے فرمان: (أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ[٢٨])

"مجھے لوگوں سے اس وقت تک قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں"۔

پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے یہ سمجھا کہ جو شخص شہادتین کا اقرار کرے تو وہ محض اس کے نطق کی وجہ سے دنیا میں سزا سے محفوظ ہو گیا، اسی لئے وہ لوگ مانعین زکاۃ سے قتال نہیں کئے، جبکہ صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ ان سے قتال کرنے سے توقّف نہیں اختیار کیا جائے

(٢٨)(اس کی تخریج ص ٢٧ پر گزر چکی)

گا مگر یہ کہ وہ اس کے حقوق کو ادا کر دیں، رسول ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے:

(فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ)

"جب وہ ایسا کرلیں تو انہوں نے مجھ سے اپنا جان ومال محفوظ کرلیا مگر اسلام کا حق باقی ہے، اور ان کا حساب (باقی معاملہ) اللہ پر ہوگا۔ [۲۹]

"اور فرمایا: "زکاۃ مال کا حق ہے [۳۰] "۔

اور جو ابو بکر صدّیقؓ نے سمجھا اس کو نبی ﷺ سے بہت سارے صحابہ کرام جیسے ابن عمر اور انس وغیرہما نے صراحت کے ساتھ روایت کیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

(أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ...الحديث)

---

(۲۹) (اس کی تخریج ص ۲۷ پر گزر چکی ہے)

(۳۰)(بخاری:۶۹۲۴، ومسلم:۲۰)۔

”مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتال کرتا رہوں جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی شہادت نہ دیدیں، اور نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں... “[۳۱]۔

اور اس پر اللہ تعالیٰ کا درج ذیل قول بھی دلالت کرتا ہے:

﴿فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ﴾[التوبة:٥]

”ہاں اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو تم ان کی راہیں چھوڑ دو“۔[توبہ:٥]

اسی طرح اللہ کا فرمان:

﴿فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ۗ وَنُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾[التوبة:١١]

---

(۳۱) (اس کی تخریج ص ۲۷ پر گزر چکی)

”اب بھی اگر یہ توبہ کر لیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔ ہم تو جاننے والوں کے لئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کر رہے ہیں“۔[توبہ:۱۱]

اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دین میں بھائی چارگی توحید کے ساتھ فرائض کی ادائیگی کے ذریعہ ہی ثابت ہو سکتی ہے، کیونکہ شرک سے توبہ صرف توحید کے ذریعہ ہی حاصل ہوتی ہے، اور جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس بات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے ثابت کر دیا تو وہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی بات کی طرف واپس ہوئے اور اسے درست تسلیم کئے۔ پس جب معلوم ہو گیا کہ دنیا کی سزائیں مطلق طور پر شہادتین کی ادائیگی سے نہیں ہٹائی جا سکتی ہیں، بلکہ اسلامی حقوق میں سے کسی ایک حق میں گڑبڑی و کمی کرنے کی بنا پر وہ سزاوار ہو گا تو اسی طرح آخرت کی سزا کا بھی حال ہے۔

اور یہ بھی کہا کہ: علماء کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ: ان احادیث سے مراد یہ ہے کہ: لا الہ الا اللہ کا زبان سے ادا کرنا یہ جنت میں جانے اور مجرموں کے جہنم سے نکلنے کا سبب اور اس کا مقتضٰی ہے۔

لیکن مقتضیٰ اپنا عمل اسی وقت کرے گا جب اس کی تمام شرطیں پوری ہوں گی اور اس میں کوئی ممانعت نہیں پائی جائے گی، کیونکہ بسا اوقات اس کا مقتضیٰ شرطوں میں سے کسی شرط کے فوت ہونے یا کسی مانع پائے جانے کی وجہ سے پیچھے رہ جاتا ہے، اور یہ حسن بصری اور وہب بن منبہ رحمہا اللہ کا قول ہے، اور یہی سب سے زیادہ ظاہر ہے۔

پھر انہوں (حافظ ابن رجبؒ) نے حسن بصریؒ کا واقعہ نقل کیا جس میں انہوں نے فرزدق سے اس وقت کہا تھا جب وہ اپنی بیوی کو دفنا رہا تھا:

"اس دن کے لئے تو نے کیا تیاری کر رکھی ہے؟" تو اس نے جواب دیا: "ستّر سال سے لا الہ الا اللہ کی گواہی کا"، تو حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: "کیا ہی عمدہ تیاری ہے"، لیکن یاد رہے کہ لا الہ الا اللہ کے کچھ شروط ہیں، لہذا پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے سے بچو"۔

اور حسن بصریؒ سے کہا گیا: کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ: "جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا"، تو انہوں نے فرمایا: "جس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا اور اس کا حق و فریضہ ادا کیا تو جنت میں داخل ہو گا"۔

اور وہب بن منبہؒ سے کسی نے پوچھا کہ: ”کیا لا الٰہ الا اللہ جنت کی کنجی نہیں ہے؟“ تو فرمایا: ”کیوں نہیں، لیکن کوئی چابی دندانے کے بغیر نہیں ہوتی، پس اگر تم ایسی چابی لاؤ جس کے دندانے ہوں تو یہ دروازہ کھلے گا ورنہ نہیں“۔

اور میرے خیال سے اہل علم سے جو کچھ میں نے نقل کیا ہے اس شبہ کے رد کے لئے کافی ہے جس سے وہ لوگ چپکے ہوئے ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ کہنے والا کافر نہیں ہوگا چاہے وہ مزاروں اور صالحین کی قبروں پر کیے جانے والے شرک اکبر کے انواع میں سے جو بھی کام کرے جو کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے بالکل مخالف و متضاد ہیں۔

اور یہ گمراہ لوگوں کا طریقہ ہے جو مجمل نصوص میں سے اس چیز کو لیتے ہیں جنہیں وہ اپنے حق میں حجت و دلیل گمان کرتے ہیں، اور اس کو بیان اور اس کی توضیح کرنے والے مفصّل نصوص کو ترک کر دیتے ہیں، ان کی حالت ان لوگوں کی طرح ہے جو بعض کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کر دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے انہی جیسے لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ۖ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۗ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ﴾[آل عمران:٧-٩]

”وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ آیتیں ہیں۔ پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لئے، حالانکہ ان کے حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور پختہ و مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لا چکے، یہ ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو صرف عقلمند حاصل کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر دے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی بہت بڑی عطا دینے والا ہے اے

ہمارے رب! تو یقیناً لوگوں کو ایک دن جمع کرنے والا ہے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔"[آل عمران:۷۔۹]

اے اللہ! ہمیں حق کو حق دکھا اور اس کی اتباع کی توفیق دے، اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق دے۔

لاالہ الااللہ کے اثرات

جب کلمۂ طیبہ (لاالہ الااللہ) کو صدق دل اور اخلاص کے ساتھ کہا جائے اور ظاہر وباطن کے لحاظ سے اس کے تقاضوں پر عمل کیا جائے تو فرد وجماعت پر اس کے بہت اچھے اثرات مرتّب ہوتے ہیں، ان میں سے چند اہم اثرات درج ذیل ہیں:

۱۔ کلمہ کا متّحد ہونا جس کے نتیجے میں مسلمانوں کو قوّت وشوکت اور دشمنوں پر غلبہ وتمکنت حاصل ہوتی ہے، کیونکہ یہ لوگ ایک ہی دین اور ایک ہی عقیدہ کو اپنانے والے ہوتے ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّـهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾[آل عمران:۱۰۳]

"اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو"۔[آل عمران:۱۰۳]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ۚ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾[الأنفال:٦٢-٦٣]

”اسی نے اپنی مدد سے اور مومنوں سے تیری تائید کی ہے ان کے دلوں میں باہمی الفت بھی اسی نے ڈالی ہے۔ زمین میں جو کچھ ہے تو اگر سارا کا سارا بھی خرچ کر ڈالتا ہے تو بھی ان کے دل آپس میں نہ ملا سکتا۔ یہ تو اللہ ہی نے ان میں الفت ڈال دی ہے وہ غالب حکمتوں والا ہے“[انفال:٦٢۔٦٢]

اور عقیدہ میں اختلاف کرنا افتراق وانتشار، لڑائی و جھگڑا اور خون ریزی وباہمی قتل وغارت گری کا سبب بنتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴾[الأنعام:١٥٩]

”بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جُدا جُدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں بس ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔ پھر ان کو ان کا کیا ہوا جتلا دیں گے“۔[انعام:١٥٩]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾ [المؤمنون:٥٣]

”پھر انہوں نے خود (ہی) اپنے امر (دین) کے آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیئے، ہر گروہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسی پر اترا رہا ہے“۔[مومنون:۵۳]

لہذا لوگوں کا اتحاد واتفاق اور ملت کا اتحاد صرف عقیدہ ایمان وتوحید ہی سے ہو سکتا ہے جو کہ لا الہ الا اللہ کا مدلول ہے، اوراسلام سے قبل اور اس کے بعد عربوں کی حالت سے عبرت حاصل کریں۔

۲۔توحید پرست معاشرہ جو لا الہ الا اللہ کے تقاضوں کو اپناتا ہے اس کے اندر (یہ کلمہ)امن وسکون اور طمانینت پیدا کرتا ہے، کیونکہ معاشرہ کا ہر فرد اس عقیدہ کے ساتھ تفاعل کرتے ہوئے اسی چیز کو لیتا ہے جس کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے، اور اس چیز سے باز رہتا ہے جس کو اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے، چنانچہ ظلم وزیادتی اور سرکشی سے رُک جاتا ہے اوراس کی جگہ باہمی تعاون، محبت اور اللہ کی خاطر دوستی جگہ لے لیتی ہے اللہ کے درج ذیل قول پر عمل کرتے ہوئے کہ:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾[الحجرات:١٠]

”(یاد رکھو) سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں“۔[حجرات:١٠]

اوراس چیز کا نمایاں اظہار اس کلمہ کے اپنانے سے پہلے اور بعد میں عربوں کے حالات سے ہوتا ہے، چنانچہ وہ اس (کلمہ کے اپنانے) سے پہلے آپس میں ایک دوسرے کے دشمن، باہم دست وگریباں اور خون کے پیاسے تھے، ایک دوسرے کا قتل، لوٹ مار، چھینا جھپٹی کرنے پر فخر کرتے تھے لیکن جب انہوں نے اس کلمہ کو اپنایا تو باہم محبت کرنے والے بھائی بن گئے (اور معاشرہ امن وسکون اور بھائی چارہ کا گہوارہ بن گیا)، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّـهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾[الفتح:٢٩]

”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحمدل ہیں“۔[فتح:٢٩]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّـهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّـهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ﴾ [آل عمران:١٠٣]

’’اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے‘‘۔[آل عمران:۱۰۳]

۳۔اس کلمہ سے زمین میں جانشینی وسرداری حاصل ہوتی ہے اور دین میں نکھار وخلوص آتا ہے اور مختلف مبادیات وافکار کے لہروں کے سامنے ثابت قدمی واستقلال پیدا ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَدَ اللَّـهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾[النور:۵۵]

’’تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی

کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف و خطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں“۔

چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان بلند مقاصد کے حصول کو اپنی خالص عبادت کے ذریعہ مربوط کر دیا ہے جس میں کسی کو شریک نہ بنایا جائے، اور یہی لا الہ الا اللہ کا معنیٰ اور مقتضیٰ ہے۔

۴۔ جو شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کرتا ہے تو اسے اطمینان قلب اور ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے، کیونکہ وہ ایک ایسے رب کی عبادت کرتا ہے جس کی مراد اور اس کی مرضی کی چیز کو جانتا ہے اور اسے بجالاتا ہے، اور اسے ناراض کرنے والی چیز کو جانتا ہے اور اس سے اجتناب کرتا ہے، بخلاف اس شخص کے جو متعدد معبودوں کی پوجا کرتا ہے جن میں سے ہر ایک کی مراد جدا ہوتی ہے، اور ہر ایک کی تدبیر دوسرے سے مختلف ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّـهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾[اليوسف:٣٩]

"اے میرے قید خانے کے ساتھیو! کیا متفرق کئی ایک پروردگار بہتر ہیں؟ یا ایک اللہ زبردست طاقتور؟"۔[یوسف:٣٩]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ضَرَبَ اللَّـهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ الْحَمْدُ لِلَّـهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾[الزمر:٢٩]

"اللہ تعالیٰ مثال بیان فرمارہاہے ایک وہ شخص جس میں بہت سے باہم ضد رکھنے والے ساجھی ہیں، اور دوسرا وہ شخص جو صرف ایک ہی کا (غلام) ہے، کیا یہ دونوں صفت میں یکساں ہیں، اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سب تعریف ہے۔ بات یہ ہے کہ ان میں کے اکثر لوگ سمجھتے نہیں"۔[زمر:٢٩]

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:"یہ ایک مثال ہے جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مشرک وموحّد شخص کے لئے بیان فرمایا ہے، چنانچہ مشرک تو اس غلام کی طرح ہے جس کے کئی ایک مالک ہوں اور ہوں بھی وہ سب آپس میں مختلف اور

پھر ایک دوسرے کے مخالف، ایک دوسرے سے بدی رکھنے والے، (اب اس غلام کی کیسی درگت ہوگی یہ ظاہر ہے) چونکہ مشرک کئی ایک معبودوں کا پرستار ہوتا ہے ناممکن ہے کہ وہ سب کو خوش رکھ سکے، اور موحّد صرف پرستار واحد ہوتا ہے، پس اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی ایک کا غلام ہو اس کی طبیعت سے واقف ہو، اس کے مزاج کو جانتا ہو، اس کی رضا مندی کے طریقے کو پہچانتا ہو (پس اس کی نگاہیں اسی پر ہیں، ہر خدمت سے اسے خوش کرسکتا ہے)۔ دوسرے سب سے بے پرواہ ہے۔ کسی کا نہ اسے ڈر نہ لحاظ، پھر اس کا مالک سلیم المزاج رافت و شفقت اور احسان و سلوک والا ہے، کوئی اس کا ساتھی نہیں، وہ اپنے اس غلام سے خوش ہے اس پر احسان کرتا ہے اس کی تمام ضروریات کا خیال رکھتا ہے تو کیا یہ دونوں غلام برابر ہوسکتے ہیں؟" (اعلام الموقعین: ۱/۱۴۴)۔

۵۔ لا الہ الا اللہ والوں کو دنیا و آخرت میں رفعت و بلندی حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿حُنَفَاءَ لِلَّـهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّـهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ﴾ [الحج: ۳۱]

”صرف اللہ کے ہو کر رہو اس کے ساتھ (کسی کو) شریک نہ ٹھہراتے ہوئے، اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا وہ (ایسے ہے جیسے) آسمان سے گر پڑے پھر اس کو پرندے اچک لے جائیں یا ہوا اس کو کسی دور کی جگہ میں نیچے جا پھینکے“۔[الحج:۳۱]

چنانچہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ توحید بلندی و بالائی ہے، اور شرک پستی و گراوٹ اور تنزّلی ہے۔

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ایمان و توحید کو اس کی بلندی و وسعت اور شرف میں آسمان سے تشبیہ دی ہے جو اس کے اترنے اور چڑھنے کی جگہ ہے، کیونکہ آسمان سے ہی زمین کی طرف اس کا نزول ہوتا اور زمین سے آسمان کی طرف اس کا چڑھنا ہوتا ہے۔ اور ایمان اور توحید کے تارک کو آسمان سے پستی (زمین) کی طرف گرنے سے تشبیہ دی ہے جہاں اس کو سخت تنگی اور مسلسل تکالیف لاحق ہوتی ہے۔ اور پرندہ جو اس کے اعضاء کو اچک لیتا ہے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا ہے ان شیاطین سے (تشبیہ دی گئی ہے) جنہیں اللہ تعالیٰ ان کی طرف بھیجتا ہے جو اسے اکساتے ہیں اور پریشان کرتے ہیں اور اسے ہلاکت کی جگہوں تک پہنچا دیتے ہیں، اور ہوا جو اسے دور مکان میں اٹھا کر پھینک دیتی ہے وہ درحقیقت اس کی خواہش (نفس) ہے جو اسے آسمان

سے اٹھا کر بہت دور زمین کی گہرائی میں پھینکنے پر ابھارتی ہے"۔(إعلام الموقعين عن رب العالمين :١/ ١٣٨)

٦۔اس کلمہ سے اس کا خون ومال اور آبرو محفوظ ہوتا ہے نبی ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے: "مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتال کرتا رہوں جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کرلیں، پس جب وہ اسے کہہ لیں تو مجھ سے ان کے خون اور مال محفوظ ہو جائیں گے مگر اس کے حق کے ساتھ "[٣٢]۔

آپ ﷺ کا فرمان (بحقّها) "اس کے حق کے ساتھ " سے مراد یہ ہے کہ :جب وہ لوگ اس کلمہ کو کہیں اور اس کے حق کی ادائیگی نہ کریں۔یعنی جو ان سے توحید قائم کرنے، شرک سے بچنے اور اسلام کے ارکان بجالانے کا مطالبہ ہے اسے پورا نہ کرسکیں۔تو ایسی صورت میں ان کی جان ومال محفوظ نہیں رہیں گی، بلکہ وہ قتل کئے جائیں گے،اور ان کے مالوں کو مسلمانوں میں بطور غنیمت تقسیم کر دیا جائے گا۔جیسا کہ ان کے ساتھ نبی ﷺ اور ان کے خلفائے راشدین نے کیا تھا۔

(٣٢)(اس کی تخریج ص ٢٧ پر گزر چکی ہے)۔

یہ (لا الہ الا اللہ) کے چند اثرات اور ثمرات و برکات ہیں، اور اس کے علاوہ عبادات، معاملات، آداب اور اخلاق وغیرہ میں فرد و جماعت پر مرتّب ہونے والے بہت سارے اثرات ہیں...

میں اللہ سے توفیق کا طالب ہوں، اور درود و سلام ہو ہمارے نبی محمد، ان کے آل اور تمام اصحاب پر۔

ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان۔ حفظہ اللہ۔

رکن سپریم علماء کونسل و ممبر مستقل فتوی کمیٹی، سعودی عرب

فہرست موضوعات

رقم	عنوان	صفحہ
1	عرضِ مُترجم	1
2	تقدیم (عزّت مآب ڈاکٹر عبد اللہ بن عبد المحسن ترکی (سابق) چانسلر شاہ امام محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی، ریاض)	5
2	مقدّمۃ المؤلّف	14
3	زندگی میں لا الہ الا اللہ کا مقام و مرتبہ	20
4	لا الہ الا اللہ کی فضیلت	27
5	لا الہ الا اللہ کا اعراب، ارکان اور شروط	34
6	أ۔ اعراب لا الہ الا اللہ	34

7	ب۔لاالہ الااللہ کے ارکان	35
8	ج۔لاالہ الااللہ کے شروط	38
9	لاالہ الااللہ کا معنٰی اور اس کے تقاضے	41
10	لاالہ الااللہ کہنے سے انسان کو کب فائدہ حاصل ہو گا اور کب نہیں؟۔	62
11	لاالہ الااللہ کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا قول	69
12	لاالہ الااللہ کے بارے میں شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہابؒ کا قول	74
13	لاالہ الااللہ کے بارے میں حافظ ابن رجبؒ کا قول۔	74
14	لاالہ الااللہ کے اثرات	82
15	فہرستِ موضوعات	94

IslamHouse.com